سرمایۂ حیات
در مدحِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
عرض نمودہ
سید وحید القادری عارفؔ

جناب وحید قادری عارفؔ اپنے والدِ محترم حضرت العلامہ ابو الفضل سید محمود قادریؒ کے فرزندِ دلبند ہیں جن کی عربی، اُردو اور فارسی تعلیم و تربیت پر حضرتؒ کی نگاہِ خاص رہی اور حضرتؒ نے اپنی زندگی میں ہی اپنا علمی جانشین پیدا فرما دیا تھا۔

ڈاکٹر توفیق انصاری احمد صاحب

حضرت سید وحید القادری صاحب کی نعت گوئی روایتی نعت نگاری کے اسلوب کے ساتھ ساتھ جدت و ندرت کی آئینہ دار ہے۔ جس کے سبب آپ کے کلام میں تازگی و طرفگی کے گلہائے رنگارنگ قاری و سامع کو براہ راست متاثر کرنے میں مکمل طور پر کامیاب دکھائی دیتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد حسین مُشاہد رضوی صاحب

جناب ابوالحسین سید وحید القادری عارفؔ صاحب اُن چند لوگوں میں شامل ہیں جن کو نہ صرف فنِ شعر گوئی کا شعور ہے بلکہ اس فن کی اعلیٰ صنف یعنی نعت گوئی کا سلیقہ بھی آتا ہے۔

پروفیسر احمد اللہ خان صاحب

نعت نبی کے حوالے سے اپنے قاری کو عقیدت کے دائرے سے نکال کر اطاعت کے دائرے میں لانے کے لیے عارف بھائی نے شعوری اور دانستہ کوشش کی ہیں۔ ان کی ہر نعت پر یہ احساس ہوتا ہے کہ انھوں نے ہماری فرمائش پر نعت تخلیق فرمائی ہے اور وہ اپنی تازہ نعت سنا دیتے ہیں تو ہم واقعتاً جھوم اٹھتے ہیں۔

جناب عزیز بلگامی صاحب

سرمایۂ حیات

در مدحِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
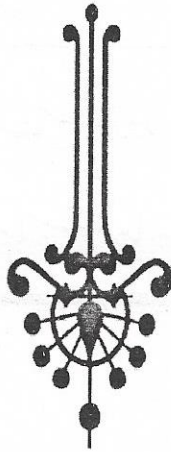
عرض نمودہ

سید وحید القادری عارف

جو کچھ لکھا ہے مدحتِ سرورِ کائنات میں
عارفؔ وہی تو بس مرا سرمایۂ حیات ہے

نام کتاب : سرمایۂ حیات
(نعتیہ مجموعہ کلام)

شاعر : سید وحید القادری عارف

تعداد اشاعت : ۵۰۰

سن اشاعت : ۲۰۱۴ء

تزئن واشاعت : رضی الدین سہیل-9392414569

قیمت : ۳۰۰ روپے

ہندوستان میں رابطہ کیلئے

جناب سید عبدالرشید قادری اختر
دیوڑھی حضرت مولوی محمودؒ
اندرون فتح دروازہ۔ حیدرآباد دکن

سعودی عرب میں رابطہ کے لئے

سید وحید القادری عارف
جدہ۔ سعودی عرب
ای میل۔wquadri@gmail.com

حمدِ باری تعالیٰ

جو چھوڑتا نہیں مجھے تنہا وہی تو ہے ☆ جو میرے پاس ہوتا ہے ہر جا وہی تو ہے
رحمٰن ہے کریم و رؤوف و رحیم ہے ☆ اپنے ہر ایک وصف میں یکتا وہی تو ہے
سنتا ہے دیکھتا ہے سمیع و بصیر ہے ☆ واقف دلوں کی بات سے رہتا وہی تو ہے
وہ جس کا ذکر قلب کو کرتا ہے مطمئن ☆ ہر رنج ہر الم کا مداوا وہی تو ہے
سرکش جو اپنے رب سے ہیں بندے ہمیں تو ہیں ☆ جو پھر بھی ہم کو پالے وہ داتا وہی تو ہے
ہم خود کو بے سہارا سمجھتے نہیں کبھی ☆ قدرت جسے ہے اپنا سہارا وہی تو ہے
محکم یقیں ہے اس پہ تو کس بات کا ہے غم ☆ دیتا ہے غم تو غم کو مٹاتا وہی تو ہے
محشر میں عیب اپنے کھلیں گے تو کس طرح ☆ ستار جو ہے حشر اُٹھاتا وہی تو ہے
الفاظِ حمد سارے اسی کیلئے تو ہیں ☆ خالق وہی ہے مالکِ دنیا وہی تو ہے
سرخم کریں جو اپنا کریں اس کے سامنے ☆ سجدہ کریں کہ لائقِ سجدہ وہی تو ہے

عارفؔ محیطِ کون و مکاں جس کی ذات ہے
بندہ اُسی کا ہوں مرا آقا وہی تو ہے

فہرست

حصّہء اوّل : نقد و نظر

رقم سلسلہ	عنوان	تحریر کردہ	صفحہ
۱	عندلیبِ باغِ حجاز۔ سیدوحیدالقادری عارفؔ	ڈاکٹر محمد مشاہد حسین رضوی صاحب	۱۰۔ ۱۸
۲	نعتِ نبی ﷺ کا نعت گو عارف	ڈاکٹر توفیق انصاری احمد صاحب	۱۹۔ ۲۴
۳	کلامِ عارفانہ	پروفیسر احمد اللہ خان صاحب	۲۵۔ ۲۷
۴	نعت کا ایک باکمال شاعر۔ سیدوحیدالقادری عارفؔ	جناب عزیزؔ بلگامی صاحب	۲۸۔ ۳۲
۵	سیدوحیدالقادری عارفؔ کی نعتیہ شاعری	جناب غلام ربانی فداؔ صاحب	۳۳۔ ۳۷
۶	عرفانِ عارفؔ	جناب سید افتخار حیدر صاحب	۳۷۔ ۳۹
۷	تبصرہ بر ''سرمایہء حیات''	جناب ابوالفضل سید احمد قادری صاحب	۴۰
۸	نعت گوئی اور میں	سیدوحیدالقادری عارفؔ	۴۱۔ ۵۰
۹	روبرو۔ سیدوحیدالقادری عارفؔ سے مکالمہ	مصاحبہ گو: جناب غلام ربانی فداؔ صاحب	۵۱۔ ۵۹
۱۰	نذرِ محترم سیدوحیدالقادری عارفؔ	جناب ڈاکٹر احمد علی صاحب برقیؔ اعظمی	۶۰

حصّہء ثانی : نعتیہ کلام

رقم سلسلہ	عنوان۔ مصرع اولیٰ	صفحہ
۱	سرمایہء حیات۔ پیش لفظ از سیدوحیدالقادری عارفؔ	۶۲۔ ۶۶
۲	نذرانہء عقیدت۔ پاس کچھ بھی تو نہیں آپ کی نسبت کے سوا	۶۷
۳	مدینہء منورہ کی حاضری پر۔ پھر مقدر میں مدینہ کو جو جانا آیا	۶۸
۴	طیبہ سے واپسی پر ۔آنے والے نے تو سب کچھ یہاں آنا جانا	۶۹
۵	بس اتنا صلہ دینا ۔ مجھ کو مری نسبت کا بس اتنا صلہ دینا	۷۰
۶	کیا کہنا ۔ پھر نعتِ نبی کرنے کو رقم اُٹھتا ہے قلم کا کیا کہنا	۷۱
۷	کیا کہنا ۔شانِ شاہِ انام کیا کہنا	۷۲

رقم سلسلہ	عنوان۔ مصرع اولیٰ	صفحہ
۸	کاش ۔ وقت ایسا بھی مری عمر میں آیا ہوتا	۷۳
۹	سرکار کرم کرنا ۔ کب تک یہ رہے ہم پر دنیا کا ستم کرنا	۷۴
۱۰	آپ ﷺ ۔ خاتم جملہ رسولاں ہیں آپ	۷۵
۱۱	اُلفتِ سرکار ﷺ ۔ زلف بکھری جو اُن کے شانے پر	۷۶
۱۲	بارگاہِ نبی ﷺ ۔ جمالِ دلربا اپنا دکھا کر	۷۷
۱۳	دوری ۔ جس دن سے ہو گئے ہیں تری رہگذر سے دور	۷۸
۱۴	حرم نبوی ﷺ میں عید کے موقع پر ۔ آج عید ہوتی ہے جیسے شہہ ابرار کے پاس	۷۹
۱۵	رحمۃ للعالمین ﷺ ۔ اُن کے در پر قلب نے ایسی جلا پائی کہ بس	۸۰
۱۶	مرکزِ جود و عطا ۔ مرکزِ جود و عطا سے وہ عطا پائی کہ بس	۸۱
۱۷	نسبتِ سرکارِ مدینہ ﷺ ۔ یاد میں آقا کی ہے کچھ ایسی زیبائی کہ بس	۸۲
۱۸	دربارِ مصطفیٰ ﷺ ۔ ہے مسکن شہہ دوسرا کا جہاں	۸۳
۱۹	لے کے آیا ہوں ۔ فرشتو میں شہہ طیبہ کی نسبت لے کے آیا ہوں	۸۴
۲۰	اور میں ہوں ۔ یہی اک رہنما ہے اور میں ہوں	۸۵
۲۱	میں بھی ہوں ۔ غلام درگہہ والا مرے سرکار میں بھی ہوں	۸۶
۲۲	میلادِ مصطفیٰ ﷺ ۔ ممکن نہیں ہو اس سے سوا کچھ خوشی ہمیں	۸۷
۲۳	سرکار بلاتے ہیں ۔ کہتا ہے یہ دل ہر پل سرکار بلاتے ہیں	۸۸
۲۴	دیکھتے ہیں ۔ جہاں اُن کا نقشِ قدم دیکھتے ہیں	۸۹
۲۵	ولائے ساقیء کوثر ﷺ ۔ نبی کے عشق کی خوشبو سے جنکے دل مہکتے ہیں	۹۰
۲۶	ساقیء کوثر ﷺ ۔ وحدت کی مئی جو عام کی ساقی نے کائینات میں	۹۱
۲۷	سمجھا تھا میں ۔ ناسمجھ سمجھیں گے کیا دل کی زباں سمجھا تھا میں	۹۲
۲۸	سرکار تو ہیں ۔ میرے دل میں شہہ دیں سید ابرار تو ہیں	۹۳
۲۹	آتے ہیں ۔ در پہ ہم آپ کے بادیدہء نم آتے ہیں	۹۴
۳۰	عریضہ ۔ قریب تو ہیں مگر آپ کے قریں تو نہیں	۹۵

رقم سلسلہ	عنوان۔ مصرع اولیٰ	صفحہ
۳۱	مجھ کو۔ کبھی سمجھے نہ کوئی بے سروساماں مجھ کو	۹۶
۳۲	سامانِ تسکین۔ کردیا رب نے محمد کا ثناخواں مجھ کو	۹۷
۳۳	اچھا ہو۔ تصور میں نبی کے ایسے کھو جاؤں تو اچھا ہو	۹۸
۳۴	پوچھتے کیا ہو۔ نبی کی شان ہے کیا شان پوچھتے کیا ہو	۹۹
۳۵	تم ہو۔ محمد مصطفیٰ چشم و چراغِ انبیا تم ہو	۱۰۰
۳۶	دیکھو۔ اُنہی کا نور پھیلا ہے جدھر دیکھو جہاں دیکھو	۱۰۱
۳۷	یادگارِ مدینہ۔ اگر ہو آپ کا داماں سر پر یا رسول اللہ	۱۰۲
۳۸	مدینہ۔ حبِ شہہ طیبہ کا ہے جس دل میں دفینہ	۱۰۳
۳۹	سرورِ عالم ﷺ۔ رسول اللہ کا جب بھی کسی محفل میں نام آئے	۱۰۴
۴۰	آئے۔ ربط و نسبت کے تقاضوں کو نبھانے آئے	۱۰۵
۴۱	نسبتِ سرورِ کائینات ﷺ۔ سرورِ نسبتِ مختار سے مسرور ہو جائے	۱۰۶
۴۲	رسولِ عربی ﷺ۔ آپ کی شان ہے کیا شان رسولِ عربی	۱۰۷
۴۳	بھی۔ اندازِ کرم بھی ہے جدا شانِ عطا بھی	۱۰۸
۴۴	عینِ ایماں۔ جداگانہ ہے وقعت اب ان اوراقِ پریشاں کی	۱۰۹
۴۵	گدائی۔ آپ کے در کی بس گدائی کی	۱۱۰
۴۶	کہاں جاتے۔ شکستہ حال اپنے دل کو سمجھانے کہاں جاتے	۱۱۱
۴۷	رہنے نہیں دیتے۔ گدازِ عشق کو ہم اجنبی رہنے نہیں دیتے	۱۱۲
۴۸	مدینے سے۔ پیام لائی ہے بادِ صبا مدینے سے	۱۱۳
۴۹	جذباتِ عقیدت۔ نہیں ہے کام اب مجھ کو کسی سے	۱۱۴
۵۰	بہ بارگاہِ سرورِ کائینات ﷺ۔ درِ سرکار پر کچھ اسطرح دیوانے جائیں گے	۱۱۵
۵۱	چلے۔ بحرِ غم میں پھر مسرت کے سفینے سے چلے	۱۱۶
۵۲	حاضری۔ درِ سرکار پر ہم حاضری کو گھر سے جب نکلے	۱۱۷
۵۳	کرتے رہیں گے۔ ہم وصفِ شہنشاہِ امم کرتے رہیں گے	۱۱۸
۵۴	کس نے۔ درسِ مہر و وفا دیا کس نے	۱۱۹

رقم سلسلہ	عنوان۔ مصرع اولیٰ	صفحہ
۵۵	آ گیا ہے۔ نبی کا جو محفل میں نام آ گیا ہے	۱۲۰
۵۶	کرم۔ کرم حضور کا یوں ہم پہ بے حساب رہے	۱۲۱
۵۷	نسبت کا اثر۔ نظر میں دل میں کوئی جلوہ گر ہے	۱۲۲
۵۸	نعتِ سرورِ کونین ﷺ۔ زباں پر ہے، دلوں میں ہے، مکاں سے لامکاں تک ہے	۱۲۳
۵۹	عشقِ سرور ﷺ۔ دل میں یادِ مصطفیٰ ہے لب پہ اُن نام ہے	۱۲۴
۶۰	نظر آتا ہے مجھے۔ جلوۂ طور سراپا نظر آتا ہے مجھے	۱۲۵
۶۱	عشقِ رسول ﷺ۔ عشقِ رسولِ پاک مری کائینات ہے	۱۲۶
۶۲	شانِ حبیب ﷺ۔ کتنی عظیم مرتبت کیسی بڑی یہ شان ہے	۱۲۷
۶۳	گہرائی۔ اُلفت نبی کی قلب کی گہرائیوں میں ہے	۱۲۸
۶۴	مدینۃ الرسول ﷺ۔ سکونِ دل وجاں مدینہ میں ہے	۱۲۹
۶۵	نہیں ہے۔ مجھے کچھ فکرِ خیر وشر نہیں ہے	۱۳۰
۶۶	آرزوئے دلی۔ سرِ عجز ہو مرا اُن کا در مری آرزوئے دلی یہ ہے	۱۳۱
۶۷	نسیمِ مدینہ۔ یوں مدینہ سے نسیمِ سحری آئی ہے	۱۳۲
۶۸	دربارِ رسول ﷺ۔ بھا گیا اس طرح سرکار کا دربار مجھے	۱۳۳
۶۹	غلامیٔ رسول ﷺ۔ نظر نظر میں روشنی قدم قدم پہ پھول ہے	۱۳۴
۷۰	آنے کو ہے۔ وقت مدت سے تھا جس کا انتظار آنے کو ہے	۱۳۵
۷۱	درِ خیر الوریٰ ﷺ۔ نظر میں جب سے آقا کی گلی ہے	۱۳۶
۷۲	معراجِ نظر۔ مغفرت کی یہی امید بنی رہتی ہے	۱۳۷
۷۳	نعتِ نبی لکھی ہے۔ جب بڑھا دردِ جگر نعتِ نبی لکھی ہے	۱۳۸
۷۴	نسبتِ سرورِ کونین ﷺ۔ نسبت ہے شرط طالعِ بیدار کے لئے	۱۳۹

حصّۂ اوّل

عندلیب باغِ حجاز.... سید وحید القادری عارف

ڈاکٹر محمد حسین مُشاہد رضوی صاحب

جناب سید وحید القادری عارفؔ صاحب اردو شعری آفاق کی ایک معتبر شخصیت کا نام ہے۔ جن کا کلام اہل علم و ادب کے نزدیک بڑی قدر و منزلت رکھتا ہے۔ آپ جنوبی ہند کے ایک سادات گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے جد اعلیٰ، حضرت شیخ الشیوخ ابوالبرکات سید احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کابل سے حیدرآباد دکن آنے والے پہلے بزرگ ہیں۔ جن کے تلامذہ اور ارادت مندوں کی کثیر تعداد افغانستان، سرزمینِ عرب اور ہندوستان میں موجود تھی۔

آپ کے صاحبزادوں میں حضرت علامہ ابوالفضل سید محمود علیہ الرحمہ نے بہت شہرت پائی۔ یہ مولوی محمود کے نام سے معروف تھے اور آصفجاہِ خامس کے دورِ سلطنت میں ناظمِ نظمِ جمعیت، ناظمِ قضایائے عروب، مفتی وضعِ قوانین اور رکن عدالت العالیہ کے جلیل القدر عہدوں پر فائز رہے۔ تلامذہ اور ارادت مندوں کی کثیر تعداد تھی۔ آپ کے حلقہ درس میں امرا، فقرا، علما، عوام الناس، مسلم وغیر مسلم افراد سینکڑوں کی تعداد میں شریک ہوتے تھے۔ آپ کا تفصیلی ذکر کتبِ تاریخ و سیر میں مرقوم ہے۔

ان کے صاحبزادے حضرت مفتی ابوالسعد سید عبدالرشید قادری علیہ الرحمہ مفتیِ شہر اور قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز رہے۔ جو اپنے وقت کے جید علما میں شمار ہوتے تھے۔ ممتاز اساتذہ سے حصولِ علم فرمایا تھا جن میں آپ کے والد حضرت ابوالفضل سید محمود علیہ الرحمہ اور نانا عمدۃ العلما مفتی میر مسیح الدین علی خان (محبوب نواز الدولہ علیہ الرحمہ) کے علاوہ حضرت علامہ سید حسن، مولانا سید عبدالحق خیرآبادی، مولانا امیر حسن نعمانی، مولوی سید خلیل ہراتی، مولانا شاہ عبدالحق کانپوری، مولوی سید حسن بخاری، علامہ قاری تونس علیہم الرحمہ وغیرہم شامل تھے۔ شعر کہتے تھے۔ اخترؔ تخلص تھا اور ڈاکٹر احمد حسین مائلؔ سے تلمذ رکھتے تھے۔

ان کے صاحبزادے یعنی جناب سید وحید القادری عارفؔ کے والد ماجد حضرت علامہ ابو الفضل سید محمود قادری تھے جو ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کے عہدہ پر فائز تھے۔ طریقت میں نقیب الاشراف بغداد حضرت پیر ابراہیم سیف الدین قادری الکیلانی علیہ الرحمہ کی بیعت وخلافت سے مشرف تھے۔ آپ علمائے عصر میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ اپنے والدِ گرامی علیہ الرحمہ کے علاوہ بحر العلوم حضرت علامہ عبد القدیر صدیقی ' علامہ سید ابراہیم ادیب ' علامہ مفتی مخدوم حسینی' مولانا سید نبی' مولانا سید عثمان جعفر وغیرہ کی خدمت میں زانوئے ادب تہہ کیا تھا اور انکے تلامذہ میں منفرد وممتاز تھے۔ اردو انسائیکلو پیڈیا میں حصہ قانون کی تدوین کے علاوہ کم وبیش چھبیس کتابوں کے مصنف تھے۔ عربی' فارسی اور اردو کے معروف شاعر تھے۔ اپنے والد حضرتِ اخترؔ کے علاوہ امام الکلام پہلوانِ سخن نجم الدین صاحب ثاقبؔ بدایونی سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ مختلف علمی اور سماجی انجمنوں کے بانی تھے جن میں انجمنِ معین الملت' معارفِ اسلامیہ ٹرسٹ' مسلم ویلفیر آرگنائزیشن وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر مذہبی' ادبی اور سماجی اداروں سے بہ حیثیت صدر' نائب صدر یا معتمد مجلسِ انتظامی منسلک اور انکے سرگرم کارکن تھے۔ ان میں مجلسِ علمائے دکن' جامعہ نظامیہ' طور بیت المال' انجمنِ تحفظِ اوقاف' مجلس اصلاحِ معاشرہ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

جناب سید وحید القادری عارفؔ کے نانا حضرت سید وحید القادری الموسویؒ تھے جو اپنے ہمعصر علماء وصوفیا میں اپنے زہد وورع اور علم کے باعث وحید العصر کے لقب سے جانے جاتے تھے۔ جناب وحید القادری عارفؔ کا نام انہی کے نام پر رکھا گیا۔ یہ حضرت سید عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ کی اولادِ امجاد سے تھے اور اپنے جدِ امجد شیخ المشائخ افتخار الاکابر والاکارم حضرت سید شاہ مرتضیٰ قادری مہاجر مدنی علیہ الرحمہ اور دیگر مشہور علمائے وقت سے حصولِ علم فرمایا تھا۔ ان میں محدثِ وقت حضرت منصور علی خان قابلِ ذکر ہیں۔

اس مختصر سے خاندانی پس سے مبرہن ہوتا ہے کہ جناب سید وحید القادری عارفؔ صاحب کا دادیہال اور نانیہال دونوں ہی اپنے اپنے دور میں علم وفضل، زہد وتقویٰ اور شعر وادب کا مرکز ومحور رہا ہے۔ ایسے علمی خاندان میں پرورش پانے والے سید وحید القادری عارفؔ صاحب کو بھی ورثے میں بہت کچھ ملا۔ جو یقیناً سعادت مندی کی بات ہے۔

عارفؔ صاحب نے شاعری کا آغاز خاندانی محفلِ نعت ومنقبت سے کیا۔اس طرح آپ کا ذوقِ شعری اس درجہ پروان چڑھا کہ آج ان کا نام اوران کا کلام اہل علم ودانش کے نزدیک قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔یوں تو آپ نے شعر گوئی کا آغاز نعت ومنقبت سے کیا لیکن بعد میں آپ نے غزلیں بھی کہیں۔غزل کے علاوہ اپنے والد ماجد سے تاریخ گوئی کا فن بھی سیکھا بایں سبب جناب وحید القادری عارفؔ صاحب نے چند تاریخی نظمیں اور رباعیات بھی لکھیں۔

پیش نظر مضمون میں جناب سید وحید القادری عارفؔ کی نعت گوئی میری تبصراتی کاوش کا عنوان ہے۔نعت گوئی کے بارے میں مسلمہ امر ہے کہ یہ ہرکس وناکس کے بس کی بات نہیں اور نہ ہی کسبی چیز ہے بلکہ یہ خالص عطائے الٰہی سے حاصل ہونے کا مقدس فن ہے اور یہ انھیں سعادت مند حضرات کو ملتا ہے۔جن پر نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ کرم ہوجاتی ہے۔

جناب سید وحید القادری عارفؔ نے جس ماحول میں پرورش پائی اس کے سبب آپ کی شعری کائنات میں مذہبی عنصر غالب نظر آتا ہے۔آپ کے یہاں حمد ومناجات،سلام ونعت اور منقبت کا گہرا رچاو پایا جاتا ہے۔آپ نے میدانِ غزل میں بھی کامیاب طبع آزمائی کی۔لیکن آپ کی غزل گوئی روایتی انداز سے پرے تصوفانہ رنگ وآہنگ میں ڈھلی ہوئی ہے۔ویسے آپ کے شعری اظہار کا اہم رویہ نعت نگاری ہی ہے۔جو کہ رب العزت جل وعلا کی عطا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نوازش کے ساتھ ساتھ اپنے اسلافِ کرام سے ملی ہوئی روشن وراثتوں کی دین ہے۔ آپ ۱۹۸۴ء سے جدہ میں مقیم ہیں۔جدہ شہرِ محبت مدینۂ منورہ سے قریب ہے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس شہر کی اس قربت نے آپ کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید جلا بخشی جس کے سبب آپ کی نعت گوئی میں بلا کی تازہ کاری اور التہاب کا عنصر در آیا ہے ۔عارفؔ صاحب کے چند نمائندہ اشعار خاطر نشین کیجیے

جداگانہ ہے وقعت اب ان اوراقِ پریشاں کی
نبی کی نعت زینت بن گئی ہے میرے دیواں کی

نبی کے نقشِ پا پیشِ نظر ہیں
رہِ فردوس کی یہ رہبری ہے
نعت ان کی کہاں کہاں عارفؔ
بخش دی عشق کو جلا کس نے
بڑی محکم ہے نسبت اُن کے در سے
مرا عہدِ وفا ہے اور میں ہوں

جناب سید وحید القادری صاحب کے نزدیک غلامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہلانا بہت بڑے اعزازِ خسروانہ کی بات ہے۔ نبیِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے حُسنِ عقیدت کی دولتِ عظمیٰ ایمان کی تازگی اور پختگی کا سبب ہے۔ دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب میں رہنے کی جو لذت ہے اُس نسبت پر جتنا ناز کیا جائے کم ہے۔ غلامیِ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج بس یہی ہے کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلام کو ''میرا'' فرمادیں، عارفؔ صاحب کا حُسنِ تخیل اور تمنّائے ایمانی قابلِ داد ہے ۔

دولتِ حسنِ عقیدت جو میسّر ہے مجھے
لطف دیتا ہے مرا جذبۂ ایماں مجھ کو
میں تو ان کا ہوں غلامی میں رہوں گا ہردم
کاش فرمادیں ''مرا'' سرورِ دوراں مجھ کو
فخر نسبت پہ مری جتنا کروں میں کم ہے
کردیا اس نے یہیں خلد بداماں مجھ کو

زندگی کا حقیقی مزہ عشق سے ہے۔ اگر عشق نہ ہو تو زندگی بے رنگ اور بے کیف ہوجاتی ہے۔ محبتوں کی کئی قسم ہیں بعض محبتیں جائز ہوتی ہیں بعض ناجائز اور بعض ضروری اور اہم، محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر اہم ہے کہ اس محبت کے بغیر ایمان ہی کامل نہیں ہوسکتا۔ ایمان کا کمال اس بات پر منحصر ہے کہ نبی کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت،

ماں باپ، بھائی بہن، اولاد اور تمام جہان کی محبت پر غالب آجائے۔ جب تک یہ محبت نہیں تو زندگی بے نشان ہی کہلائے گی ۔

رہبری کون کرے ان کی محبت کے سوا
منزلِ عشق کہاں راہِ عقیدت کے سوا
عشق آقا کا میسّر جو نہیں کچھ بھی نہیں
زیست بے کیف ہے اس عشق کی لذّت کے سوا

حضرت سید وحید القادری صاحب کی نعت گوئی روایتی نعت نگاری کے اسلوب کے ساتھ ساتھ جدت وندرت کی آئینہ دار ہے۔جس کے سبب آپ کے کلام میں تازگی وطرفگی کے گلہائے رنگارنگ قاری وسامع کو براہ راست متاثر کرنے میں مکمل طور پر کامیاب دکھائی دیتے ہیں۔سید صاحب کی نعت گوئی عقیدے وعقیدت دونوں کی ترجمانی کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی محتاط محبتوں کا مخلصانہ اظہاریہ ہے۔جو ہر اعتبار سے لائق تحسین وآفرین ہے۔

علاجِ اضطرابِ آدمیت اُن کے در پر ہے
غرض کچھ چارہ گر سے ہے نہ حاجت کوئی درماں کی
مری نسبت ہی سرمایہ ہے میرا
یہی پایا ہے میں نے زندگی سے
اندازِ کرم بھی ہے جدا شانِ عطا بھی
اس در کا گدا شاہ بھی ہے اور گدا بھی
سمجھے جو فنا ہونے لگے عشق میں ان کے
دراصل بقا ہے جسے کہتے ہیں فنا بھی

آپ کے نعتیہ اشعار میں ایمان و وجدان اور تصوف و معرفت کی تب و تاب بھی پائی جاتی ہے۔ لفظ لفظ سے محبت و عقیدت کی ایمان افروز کرنیں پھوٹتی محسوس ہوتی ہیں۔ اشعار میں ایک والہانہ پن، دامنِ کرم سے وابستگی و قربت کا مخلصانہ اظہار، اسی دیار میں رہ جانے کی ایک خوشگوار کسک، احترام رسول اور مقام رسالت سے باخبری آپ کی نعتیہ شاعری کے نمایاں عناصر ہیں۔

غلامی اُن کی گر مہمیز بن جائے تو بن جائے
منازل ورنہ طئے کس طرح ہوں گی راہِ عرفاں کی
ممنونِ کرم ہوں مجھے قدموں میں رکھا ہے
مدفن کے لئے چاہئے تھوڑی سی جگہ بھی
کسی صورت کسک اس درد کی کم ہو نہیں پاتی
علاجِ درد سے بڑھتا ہے کیوں دردِ نہاں دیکھو
اٹھتی نہیں اٹھائے جبیں در سے آپ کے
دیتی ہے لطف ایسا یہاں بندگی ہمیں
مدینہ جاوں پھر آوں دوبارہ پھر جاوں
بتاوں کیا مجھے ملتا ہے کیا مدینے سے

سید صاحب کا یہ شعر تو بڑا خوب صورت اور پاکیزہ جذبات کا آئینہ دار ہے۔ روضۂ سرکار کے قریب دفن ہونے کی آرزو کے ساتھ یہ کہنا کتنا بھلا معلوم ہوتا ہے کہ موت بھی مجھ کو مدینے سے جدا نہ کرے، سبحان اللہ!

قریبِ روضۂ سرکار دفن ہو جاوں
کرے نہ موت بھی مجھ کو جدا مدینے سے

سید وحید القادری عارفؔ صاحب کی نعتوں میں اہل سنت کی شہرۂ آفاق خوش عقیدگی کا بھی والہانہ اظہار یہ اپنے

پورے جوش وخروش کے ساتھ ملتا ہے۔ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کائناتِ کے لیے وجہِ حیات ہے، کیا خوب کہا ہے عارفؔ صاحب نے ؂

ممکن نہیں ہو اس سے سوا کچھ خوشی ہمیں
''میلادِ مصطفیٰ سے ملی زندگی ہمیں''

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ پاک کی زیارت من زار قبری وجبت لہ شفاعتی کے مصداق ہمارے لیے شفاعت کا پروانۂ عظمیٰ ہے، کس درجہ خوبی سے اس بات کو عارفؔ صاحب نے اپنے ایک شعر میں یوں پیش کیا ہے ؂

میثاقِ شفاعت دیا سرکار نے ہم کو
جاتے ہیں زیارت کو تو پاتے ہیں جزا بھی

نبیِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کا غم، غم کے ماروں کے لیے درد بھی ہے اور دوا بھی ؂

بیمارِ غمِ عشق کو کیا کام دوا سے
یہ درد ہے جو درد بھی ہے اور دوا بھی

اور نامِ اقدس کا وظیفہ بلاؤں اور مصیبتوں کو دفع کرنے کا تیر بہ ہدف نسخۂ کیمیا ہے ، عارفؔ صاحب کی خوش عقیدگی کا مظہر یہ شعر بے ساختہ سبحان اللہ کی داد نہاں خانۂ دل سے ابھارتا ہے ؂

نام ان کا جو لیتا ہوں تو ٹلتی ہیں بلائیں
یہ میرا وظیفہ بھی ہے اور ردِّ بلا بھی

عارفؔ صاحب ایک ایسے خوش نصیب نعت گو شاعر ہیں جنھیں قربتِ شہرِ مدینہ، جدہ کی رہایش نصیب ہوئی ہے۔ اور یہ آپ کے نصیب کی معراج ہے کہ آپ کو بارہا دیارِ پاکِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت بھی میسر ہوتی رہتی ہے۔ آپ کی محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سکون آمیز تڑپ روضۂ جہاں آرائے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی آپ سے نعتیہ اشعار کہلوا لیتی ہے، ذیل میں ایسی نعتوں سے چند اشعار نشانِ خاطر فرمائیں ؂

قدم یوں مجھ سے عاصی کے پڑیں ارضِ مدینہ پر
کرم ہے آپ کا جو حاضرِ دربار میں بھی ہوں
یہاں پاسِ شریعت مانعِ اظہار ہے ورنہ
شکستہ دل لئے بے کل پئے اظہار میں بھی ہوں
مرادیں اپنی پاتے ہیں جہاں پر اصفیا سارے
وہیں شرمندہ شرمندہ پسِ دیوار میں بھی ہوں
مری قسمت مجھے اس منبعِ انوار پر لائی
زِ سر تا پا غریقِ بارشِ انوار میں بھی ہوں
پھر مقدر میں مدینہ کو جو جانا آیا
پھر نظر میں مری منظر وہ سہانا آیا
وہی وادی وہی کہسار وہی راہیں ہیں
وجد ہر گام پہ لازم ہے جو آنا آیا
کرمِ شاہِ مدینہ کے تصدق عارفؔ
میری قسمت میں یہاں بارہا آنا آیا

عاشقِ صادق حسان الہند امامِ نعت گویاں امام احمد رضا خاں بریلوی کی زمین میں لکھی گئی عارفؔ صاحب کی ایک نعت نے بھی مجھے کافی متاثر کیا، ملاحظہ فرمائیں برزمینِ رضا، عارفؔ صاحب کی مرقومہ نعت شریف کے دو شعر

کتنی عظیم مرتبت کیسی بڑی یہ شان ہے
خاکِ درِ رسول کا ہر ذرہ آسمان ہے

آمدِ مصطفیٰ ہوئی نورِ یقین آگیا
ریب و گمان یوں مٹے ریب ہے نہ گمان ہے

جناب سید وحیدالقادری عارفؔ صاحب نے بڑی سادگی و صفائی اور صداقت وسچائی کے ساتھ سلیس و رواں اور سہل و آسان زبان میں اپنا نذرانۂ عقیدت و محبت بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کرتے ہوئے نعت کے بڑے اچھے، صاف ستھرے، خوب صورت، دل کش اور دل نشین متاثر کُن اشعار زیب قرطاس کیے ہیں۔ میں جناب سید وحیدالقادری عارفؔ صاحب کو اُن کے مجموعۂ کلام کی اشاعت پر ہدیۂ تبریک و تحسین پیش کرتا ہوں اور انھیں کے ایک بہترین شعر پر اپنے اس مضمون کا اختتام کرتا ہوں یہی میرا بھی ایمان ہے اور قلبی تمنّا بھی ہے۔

کام کچھ اور نہ ہو آپ کی مدحت کے سوا
اور کیا چاہیے اس طور کی فرصت کے سوا

(ڈاکٹر) محمد حسین مُشاہد رضوی
مالیگاؤں ۔ناسک۔ مہاراشٹر، انڈیا
www.gravatar.com/mushahidrazvi

نعت نبی ﷺ کا نعت گو عارف

ڈاکٹر توفیق انصاری احمد صاحب

بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيمِ۔ الحَمدُ لَه۔ الحَمدُ لله رَبِّ العَالَمِين۔ وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الاَنبِيَاءِ وَ المُرسَلِين۔

اللہ کے نام سے شروع کر کے اللہ کی حمد وثنا کے بعد حضورِ اکرم، سرکارِ دو جہاں ﷺ کی ذاتِ اقدس پر درود وسلام بھیجنے کے بعد جنبشِ قلم کی جسارت اس توقع اور اس دعا کے ساتھ کی جارہی ہے کہ توفیقِ الٰہی وتائیدِ غیبی سے اور حضور سرورِ عالم ﷺ کی خوشنودی اور مرضی سے نعت کے مبارک ومسعود موضوع پر اپنی محدود بساط کے مطابق کچھ لکھ کر خود کو اس قافلہءرنگ وبو سے منسلک کر لینے کی سعادت نصیب ہو جائے (آمین ثم آمین)۔

نعت کا لفظ عربی زبان کا اسمِ مونث ہے جس کے لغوی معنی مدح وثنا، تعریف وتوصیف ہے۔ اور یہ لفظ خصوصی طور پر رسولِ مقبول، آقائے کائینات حضرت محمدِ مصطفیٰ ﷺ کی شان میں مدحیہ اشعار کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ نعتِ نبی ﷺ کا مقصد آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ، آپ ﷺ کے حُسنِ اخلاق، آپ ﷺ کی صورت و سیرت، آپ ﷺ کی تعلیمات، آپ ﷺ کی حیات، اور آپ ﷺ کی شخصیت کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لینا اور قدم قدم پر احترام والتزام کے ساتھ آپ ﷺ سے اپنے قلبی وذہنی لگاؤ اور سچے عشق ومحبت کا اقرار واظہار ہے۔

نعت گوئی اک عطیہءخداوندی ہے، اور پھر اس عطیہءخداوندی کے طفیل، نعت کا کوئی شعر، کوئی مصرعہ، یا کوئی لفظ بھی بارگاہِ رسالت ﷺ میں قبول ہو جائے تو پھر اس نعت کا کیا کہنا۔ خوش نصیب ہے وہ نعت گو جس نے ایسی مقبول نعت گوئی کی اور اس کو امتیاز نصیب ہوا۔ شاعر ہونا ایک الگ بات ہے، مگر شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ اک اچھا اور مقبول نعت گو شاعر ہونا بڑی بات ہے۔ یہ دولت جس کے حصہ میں آجائے وہ یقیناً دولت مند ہے۔

سب کو مل سکتی نہیں نعتِ نبی کی دولت
نعمتِ خاص ہے مدحِ شہہِ ابرار کا شوق

(علامہ قدر عریضی)

نعتِ نبی ﷺ کے شوق کی ابتداء پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شوق ابتداءً سرزمینِ عرب سے شروع ہوا۔ حضورِ اکرم ﷺ سے متاثر ہوکر عربی شعراء نے آپ ﷺ کی محبت میں نعتیہ اشعار و قصائد لکھے جو عہدِ نبوی ﷺ میں مشہور و مقبول ہوئے۔ مدینہ میں آپ ﷺ کی آمد کے موقع پر عورتوں اور بچوں نے خوش ہوکر نعتیہ ترانے گائے اور پھر فتحِ مکہ کے موقع پر اسی طرح اللہ کی وحدانیت اور آپ ﷺ کی رسالت کے اعتراف میں حمدیہ و نعتیہ اشعار پڑھے گئے۔ عہدِ رسالت ﷺ میں کئی ایک عربی شعراء نے نعت کے میدان میں طبع آزمائی کی اور اُن کو اُن کے درجات کے مطابق، دربارِ رسالت ﷺ میں باریابی کا شرف حاصل ہوا۔ مگر ان سب سے بڑھ چڑھ کر حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہ خصوصی شرف حاصل ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے آپ کو منبر پر بٹھا کر بنفسِ نفیس خصوصی طور پر آپ کی لکھی ہوئی نعت سماعت فرمائی۔ ایسی خوش نصیبی، شائد ہی کسی نعت گو یا نعت خواں کو نصیب ہوئی ہو۔ حضرتِ حسّان رضی اللہ عنہ کے نقشِ قدم نعت کا راستہ متعین کرتے ہیں ؎

رہبر کی رہِ نعت میں گر حاجت ہو
نقشِ قدمِ حضرتِ حسّان بس ہے

(حضرتِ رضا بریلوی)

نعت گوئی کا فن ایک مشکل فن ہے۔ اس فن میں حقائق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اظہارِ حقیقت اور جذبہء عشق و محبت کی ازحد ضرورت ہے۔ کمالِ احتیاط لازم ہے کہ کہیں غلو اور بے ادبی کا پہلو نہ نکل جائے اور کوئی ایسی ویسی بات زبان پر نہ آجائے جس میں کسی گستاخی کا ہلکا سا عنصر بھی شامل ہو۔

رسالت مآب ﷺ کا نامِ مبارک زبان پر لانے سے پہلے ہزار بار، زبان کی صفائی کے ساتھ، دل کی پاکیزگی اور خیالات کی ہم آہنگی بہت ضروری ہے تاکہ جو لفظ بھی آپ ﷺ کی شان میں زبان سے نکلے وہ آپ ﷺ کے شایانِ شان ہو۔ ورنہ خموشی بہتر ہے۔ اسی بات کو شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

ناواقفِ مقامِ ادب بس خموش رہ
تیری زبان اور رسولِ خدا کا نام

(شاہد الیافعیؒ)

نعت درحقیقت اک ایسی صنفِ سخن ہے جس میں طبع آزمائی کر کے نعت گوئی کا حق ادا کرنا ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب خود اپنے محبوب ﷺ کی مدحت کی ہے تو پھر کوئی بندہ بھلا کہاں اس کی برابری کر سکتا ہے۔ نعت کی حقیقی معراج بہر صورت اللہ اور اللہ کے محبوب ﷺ کے درمیان مخفی ہے۔ حضرتِ رضاؔ بریلویؒ کیا خوب فرماتے ہیں ؎

ائے رضاؔ خود صاحبِ قرآں ہے مدّاحِ رسول
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی

ایک اور مقام پر شاعر حقیقت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اعتراف کرتا ہے ؎

میں نغمہ نعتِ نبی کا گاؤں، زبان ایسی کہاں سے لاؤں
سرودِ ذکرِ رسول چھیڑوں، میں تان ایسی کہاں سے لاؤں

یقیناً حضور رحمت للعالمین ﷺ کی ذاتِ گرامی کا صدقہ ہے کہ نعتِ نبی ﷺ عرب سے ہوتی ہوئی ایران پہنچی، ایران سے ہندوستان آئی اور پھر ہندوستان سے سارے عالم میں پھیل گئی۔ اُردو ادب کی نعتیہ شاعری میں نعت گو شعراء نے نئی نئی ترکیبوں کے ساتھ، نئے نئے مضامین باندھے اور سرورِ دو عالم ﷺ سے اپنے عشق و محبت کو کچھ اس انداز سے پیش کیا کہ نعتیہ اشعار کی صورت میں عقیدت کی سدا بہار خوشبو ہر طرف مہکنے لگی۔

کہا جاتا ہے کہ کولمبس نے امریکہ دریافت کیا لیکن ہم کو اس بات کی بے حد خوشی ہے کہ ہم نے امریکہ میں نعتِ نبی ﷺ کے نعت گو عارف کو دریافت کر لیا۔ بات یوں ہوئی کہ کئی برس پہلے جنابِ عارفؔ نے ہمارے خاندان میں رشتہ کیا لیکن ہم دور ہونے کے باعث، ہم اُن کی شخصی ملاقات سے محروم رہے۔ پھر ایک عرصہ بعد، چند سال پہلے، وہ براہِ محبت ہم سے ملنے کیلئے امریکہ تشریف لائے تو پہلی مرتبہ ملاقات کے دوران، اُن کی عالمانہ شخصیت کے کچھ

جوہر کھل کر سامنے آئے اور ہم نے محسوس کیا کہ اُن کی شخصیت کی تعمیر میں استادانہ تعلیم و تربیت نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔

دراصل جناب وحید قادری عارف اپنے والدِ محترم حضرت العلامہ ابوالفضل سید محمود قادریؒ کے فرزندِ دلبند ہیں جن کی عربی، اُردو اور فارسی تعلیم و تربیت پر حضرتؒ کی نگاہِ خاص رہی اور حضرتؒ نے اپنی زندگی میں ہی اپنا علمی جانشین پیدا فرمادیا تھا۔ اب اگر کوئی جنابِ عارف کو سطحی نظر سے دیکھ کر حیران ہوجائے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیوں کہ اس عمر کے زمرہ میں اور اِس زمانے میں ایسی صلاحیت کے لوگ نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔

جنابِ عارف سے ہماری دوسری ملاقات مئی ۲۰۱۳ء میں عمرہ و زیارت کے بعد جدہ میں ہوئی۔ اِس مختصر و مفید ملاقات میں ہم نے محسوس کیا کہ وہ فطرتاً اک خاموش طبع اور پُرخلوص انسان ہیں لیکن اُن کے کلام کی ایک جھلک دیکھ کر اور سن کر یہ احساس ہوا کہ اُن کی ساری پُرگوئی ان کے کلامِ بلاغت نظام میں پوشیدہ ہے۔

جناب سید وحید قادری عارف کو زبان و بیان پر ملکہ حاصل ہے۔ تقریباً تمام مروّجہ اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ سنبھل کر شعر کہتے ہیں اور بہت عمدہ کہتے ہیں۔ خاندانی اقدارات وارادات میں آنکھیں کھول کر ملکِ عرب میں عرصۂ دراز سے تعیّناتی کے باعث خوش نصیبوں کے زمرہ میں شامل ہوکر 'نعتِ نبی ﷺ کو حرزِ جاں بنا چکے ہیں۔ آپ کا نعتیہ کلام ''سرمایۂ حیات'' ترتیب وطباعت کے مراحل سے گذر رہا ہے۔ ہر نعت اپنی جگہ جامع و عمدہ ہے۔ نعتیہ کلام سے چند اشعار بطور نمونۂ کلام ملاحظہ فرمائیں ۔

تسکینِ دلِ مضطر کے لئے بس اُن کا تصور کافی ہے
یہ بھی تو ہے اک اندازِ کرم اندازِ کرم کا کیا کہنا

ہو طلب جتنی یہاں اس سے سوا ملتا ہے
کون ہے ایسا سخی، اُن کی سخاوت کے سوا

دیدار کے پیاسوں کو دیدار کی حسرت ہے
بس اتنی نوازش اب اے بحرِ کرم کرنا

کرمِ شاہِ مدینہ کے تصدق عارفؔ
میری قسمت میں یہاں بارہا آنا آیا

یہ وہ در ہے جہاں فرطِ ادب سے
فرشتے بھی کھڑے ہیں سر جھکا کر

اُن کا دامن کیا ملا، اسرارِ ہستی کھل گئے
آدمی کی یوں ہوئی خود سے شناسائی کہ بس

مرادیں اپنی پاتے ہیں جہاں پر اصفیاء سارے
وہیں شرمندہ شرمندہ پسِ دیوار میں بھی ہوں

دور ہوں آپ کے قدموں سے یہ سچ ہے آقا
میری حالت سے مگر آپ خبردار تو ہیں

کسی سے پوچھا گیا تھا کہ آپ کیسے تھے
کہا کہ دیکھ لو قرآن پوچھتے کیا ہو

خوابِ غفلت میں کٹی عمرِ گذشتہ ساری
اب مگر ہوش میں آنے کے زمانے آئے

جنابِ عارفؔ سلیس زبان میں بہت کچھ کہہ جاتے ہیں جس میں بے ساختگی کا عنصر شامل ہے۔ جگہ جگہ عربی وفارسی تراکیب کا استعمال کلام میں جامعیّت پیدا کرتا ہے۔ ایک ہی مضمون کو الگ الگ انداز سے باندھنے کا سلیقہ قدم قدم نمایاں ہے۔ جی چاہتا ہے کہ بس پڑھیئے اور لطف لیتے جایئے ؎

ہمیں نسبت ہماری ٹوٹنے نہیں دیتی عارفؔ
بکھر جاتے تو اپنے آپ کو پانے کہاں جاتے

جوشِ رحمت اس طرف عصیاں کی کثرت اِس طرف
جب کبھی سوچا ندامت سے پسینے سے چلے
مدینہ کھینچ لاتی ہے ہمیں نسبت غلامی کی
خدا کی شان ہم کمتر بھی کیا والا حسب نکلے
بیاں کرنے لگا ہوں مدحتِ سرکار میں عارف
عجب اک کیف طاری قلب سے نوکِ زباں تک ہے
مری قسمت مری قسمت ہے عارفؔ
گذر جو اُن کے در پر ہو رہی ہے
آپ کے در کے غلاموں کی غلامی مل جائے
اپنی اوقات جو سمجھی تو یہی سمجھی ہے
کچھ لکھا یا نہ لکھا اس کے سوا کیا عارفؔ
ہے یہی اپنا ہُنر، نعتِ نبی لکھی ہے

اگر کسی کو نعتِ نبی ﷺ لکھنے کا ہُنر آجائے اور وہ ہُنر اُس کا مقدر ہوجائے تو یہ بڑی بات ہے۔ جناب وحید قادری عارفؔ نہ صرف نام کے عارف ہیں بلکہ وہ نعتِ نبی ﷺ کے نعت گو عارف بھی ہیں کہ اُن کو قُربتِ حرمین کے ساتھ دولتِ دارین بھی نصیب ہوئی ہے۔ شائد یہی وجہ ہے کہ نعتِ نبی ﷺ کے نعت گو عارف نے اپنے نعتیہ کلام کو بجا طور پر ''سرمایہ حیات'' کا جاوداں نام دے دیا ہے۔

Dr. Taufiq Ansari Ahmed
4 Clover Circle
Streamwood, IL 60107-2361 (USA)
Email: taufiqaahmed@yahoo.com

کلام عارفانہ

پروفیسر احمد اللہ خان صاحب

سابق ڈین شعبہ قانون۔ عثمانیہ یونیورسٹی۔ حیدرآباد

عشقِ نبی ﷺ وہ سمندرِ بیکراں ہے جس کی شناوری ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ سعادت صرف اُن ہی کو حاصل ہوتی ہے جن پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ کرم ہو اور جن کو آپ نے شرفِ قبولیت بخشا وہی لوگ اپنے عشقِ نبوی ﷺ کے اظہار کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ جناب ابوالحسین سید وحید القادری عارفؔ صاحب اُن چند لوگوں میں شامل ہیں جن کو نہ صرف فنِ شعر گوئی کا شعور ہے بلکہ اس فن کی اعلیٰ صنف یعنی نعت گوئی کا سلیقہ بھی آتا ہے۔ عارف صاحب کے والدِ محترم المقام جناب ابوالفضل سید محمود قادری صاحبؒ ایک صوفی منش انسان تھے جن کے گھر کا ماحول خالص اسلامی تھا۔ اس ماحول کی بود و باش نے عارف صاحب کے خمیر کو وہ جلا بخشی جوان کے نوکِ قلم سے نعتیہ کلام کی صورت میں چھلکنے لگی۔

فنِ شاعری کے رموز کے واقف کاروں کا کہنا ہے کہ شعر وہی اچھا ہوتا ہے جو سامعین کے دل کو چھو لے۔ وہ محسوس کرنے لگیں کہ کاش یہ سعادت ہمارے مقدر میں آتی۔ اچھے شعر لکھے نہیں جاتے بلکہ وہ خود بخود ضبطِ تحریر میں آجاتے ہیں جنکو آمد آمد کے نام سے بھی پہچانا جاتا ہے۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ انسان جو باتیں غیر ارادی طور پر یا اضطراراً کہہ جاتا ہے اُس میں اس کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ غیر ارادی طور پر خود بخود جو باتیں زبان پر آجاتی ہیں وہ دراصل انسان کے شعور کی تہہ میں جاگزین ہوتی ہیں اور وہ ان خیالات سے اتنا متاثر رہتا ہے کہ بعض وقت بغیر ارادہ وہ خیالات اس کی نوکِ زبان پر آجاتے ہیں۔ ایسے کلمات، جملے یا خیالات بالکلیہ حقیقی اور سچے ہوتے ہیں اس لئے ان کو کہنے کے لئے عقل کو زحمت نہیں دینی پڑتی۔

علمِ نفسیات کے ماہرین کا خیال ہے کہ انسان کو سچ بولنے کے لئے زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ جب وہ

جھوٹ بولتا ہے تب ہی اس کو منصوبہ بندی کرنی پڑتی ہے اور جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کرنے میں زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے۔ فنِ شاعری میں وہ اشعار جن کو "آمد آمد" کے حوالے سے جانا جاتا ہے وہ دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے اشعار ہوتے ہیں اور ایسے اشعار اس بات کا ثبوت ہوتے ہیں کہ شاعر کا دل و دماغ رات دن ان ہی خیالات میں گم رہتا ہے۔ اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے وہ اگر حبِّ رسول میں گم رہتا ہے تب ہی اس کو نعمتِ نعت گوئی حاصل ہوسکتی ہے۔

بظاہر دنیاوی کاروبار میں مصروف نظر آنے والے عارف صاحب کی اندرونی کیفیات دراصل مندرجہ بالا سطور کے ذریعہ ہی بیان کی جاسکتی ہیں۔ انتظامی اور تعمیری شعبہ جات سے تعلق رکھنے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کو ذریعۂ معاش کے لئے وہ پاک سرزمین عطا کی جہاں سے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دربار میں جب چاہے حاضری لگا سکتے ہیں۔

عارفؔ صاحب کا خاندانی پس منظر، گھر کا مذہبی و علمی ماحول، والدِ محترمؒ کی تربیت اور خود ان کی ذاتی صفات نے ان کو ایک مثالی انسان اور غلامِ رسول ﷺ کی صورت میں ظاہر کیا ہے۔ عارف صاحب کے کلام میں وہ صفات صاف صاف نظر آتی ہیں جن کی تمہید اوپر بیان کی گئی۔ اُن کی نعتوں میں آمد آمد کا عنصر غالب ہے اور اگر ان نعتوں کے بعض اشعار کا حوالہ دیا جائے تو محسوس ہوگا کہ گویا عشقِ نبی ﷺ میں اپنے آپ کو مٹا دینے کی خواہش اور حُبِّ رسول ﷺ کی شدّت الفاظ میں ڈھل گئی ہے۔ مثلاً ان کا یہ شعر :

اُن کے در پر سر کو جھکانا اچھا لگتا ہے
ہوش میں رہ کر ہوش گنوانا اچھا لگتا ہے

یا پھر یہ کہ

ہستی کو اس طرح مٹانا اچھا لگتا ہے
خود کو کھو کر ان کو پانا اچھا لگتا ہے

ان دونوں اشعار میں تصوف اور فنافی اللہ کے رموز صاف نظر آتے ہیں۔

عارفؔ صاحب کے نعتیہ کلام کا یہ بیش بہا خزانہ دراصل ان کے لئے توشہ ٔ آخرت بھی ہے جو انکی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بے پناہ محبت وعقیدت کا اظہار ہے اور جو شاید ہر ایک کی بخشش کا ذریعہ بھی ہے۔

عارفؔ صاحب کو اُن کے کلام کی اشاعت پر مبارکباد کہنے کے ساتھ ساتھ مژدہ ٔ بخشش ونجات کے ذریعہ پر بھی مبارکباد پیش ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ان کے نعتیہ کلام کو پڑھ کر پڑھنے والوں کے دل میں بھی عشقِ رسول ﷺ جاگ جائیگا اور شاید یہی عارف صاحب کے کلام کا قیمتی عنصر ہے۔

مخلص

پروفیسر احمد اللہ خان

سابق ڈین۔ شعبہ ٔ قانون عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد

نعت کا ایک باکمال شاعر

سید وحید القادری عارف

جناب عزیزؔ بلگامی صاحب

شاعروں کی فن کارانہ زندگی میں جس طرح نعت گوئی ایک کٹھن مرحلہ ہے، کہ ذراسی غفلت شاعر کی اُخروی زندگی کی تباہی کا باعث بن سکتی ہے، ٹھیک اُسی طرح، ایک تبصرہ نگار کے لیے بھی کسی نعت گو شاعر کی نعت گوئی پر اِظہار خیال بھی خطرے سے خالی نہیں ہوتا، کہ شاعرِ نعت کے انتخاب، اُس کی ہمت افزائی یا تنقید اور اُس کی توصیف یا سرزنش وغیرہ جیسے اُمور میں کسی قسم کا سہو، ناانصافی یا کوتاہی خود تبصرہ نگار کو خطا کاری، ایمان کے زیاں اور اُس کی عقبیٰ کی رُوسیاہی کی سرحد تک اُسے لے جاسکتی ہے۔ اِس لیے جب بھی ہمارے کندھوں پر کسی شاعرِ نعت پر کچھ کہنے کی ذمہ داری آن پڑتی ہے تو ہم کچھ زیادہ ہی چوکنا ہو جاتے ہیں۔ یا تو ایسی کسی ذمہ داری سے ہم دامن کش ہو جاتے ہیں یا مستحق شاعر کے حق میں خصوصی دعاؤں کے ساتھ ضروری ہمّت جُٹا کر قلم تھام لیتے ہیں۔ اِس وقت ہم عزم و ہمت کے اِسی مرحلۂ شوق سے گزر رہے ہیں اور دکن کے ایک عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، شاعرِ نعت محترم سید وحید القادری عارف صاحب کی نعت گوئی پر اِظہارِ خیال کی ہمّت جٹانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ نہایت احتیاط اور گہرے احساس ذمہ داری کے ساتھ کچھ باتیں عرض کر کے خود بھی فارغ ہو جانا چاہتے ہیں اور اپنے قاری کو بھی فراغت بخش دینا چاہتے ہیں، تا کہ فرض کی ادائیگی کے ساتھ، تبصرہ نگاری کے تکلفات و تصنع سے جلد از جلد ہم سب کو خلاصی مل سکے اور نوکِ قلم کی کسی ممکنہ خطا سے دامن کو بچایا جا سکے۔

فیس بک کے بازار میں.... جہاں فکر و نظر کی دکان کھولنے کے لیے کسی لائسنس کی ضرورت نہیں پڑتی، آج کل.... ناقص و عمدہ.... مناسب و غیر مناسب.... خام و پختہ مال دھڑلے سے بک رہا ہے۔ بعض مستثنیات کے ساتھ یہاں حسن بک رہا ہے، حسین بک رہے ہیں، فحاشی کا بازار گرم ہے، کھوٹے سکے خوب چلائے جا رہے

ہیں.... دور دور تک اُمید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی کہ کہیں پر رُکیں اور کسی پر نظر ٹک جائے۔اہلِ بازار انگشت بدنداں ہیں، خریدار محوِ حیرت ہیں کہ کہاں سے خالص مال دستیاب ہو سکے گا، ہوگا بھی کہ نہیں۔ ہر طرف فیض یابی کے سوتے خشک نظر آتے ہیں۔لیکن، تاریکی کے اِس ماحول میں ایسا بھی نہیں کہیں کوئی اُجالا موجود ہی نہیں.... ہاں، بے شک موجود ہے۔فکر و نظر کے اِس گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھی کچھ چراغ ضرور ٹمٹماتے نظر آتے ہیں، جن کی لو بظاہر مدھم ہے لیکن ہماری نظر میں یہ کسی سورج سے کم نہیں۔ اِن چراغوں میں محترم سید وحید القادری عارف صاحب کی نعت گوئی کا چراغ ابھی جل رہا ہے اور جس شان سے عقیدت کے گہر وہ مسلسل لُٹا رہے ہیں، اس سے تو یہی اُمید بندھتی ہے کہ یہ چراغ نہ صرف فروزاں رہے گا بلکہ اپنے ماحول کو پر نور بنانے تک دم نہیں لے گا۔

میرے اِن احساسات کو جن شعروں نے مہمیز عطا کی ہے وہ اُن کے درجِ ذیل شعر ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ مدحتِ رسول کے میدان کا یہ شہسوار کس طرح کشاکش حیات کی جنگاہ میں اپنی فن کارانہ جوانمردی کے جوہر دکھاتا ہے، مگر جو بالآخر عقیدت کے پھول ہی ثابت ہوتے ہیں۔

نعت نبی کے حوالے سے اپنے قاری کو عقیدت کے دائرے سے نکال کر اطاعت کے دائرے میں لانے کے لیے عارف بھائی نے شعوری اور دانستہ کوششیں کی ہیں۔گالیوں اور دشنام طرازی کے جواب میں اپنے دشمن کو دعاؤں سے نوازنا حضور پرنور کے اُسوے کا حصہ ہے جسے ہم سب بھلا بیٹھے ہیں:

تم خلقِ مجسم ہو، تم پیکرِ رحمت ہو
آسان نہیں ورنہ، دُشمن کو دُعا دینا

نیز یہ شعر ملاحظہ ہو:

ذرا چل کر تو دیکھو اُسوۂ سرکار پر عارفؔ
ابھی ہر درد ہر رنج و محن کافور ہو جائے

اِس شعر میں فکر کے ساتھ جس شان سے اُن کا فن بول رہا ہے وہ ہر صاحبِ نظر محسوس کر سکتا ہے۔ محشر کے ساتھ حشر

اُٹھانے کی فن کاری سے ہم تو بہت محظوظ ہوئے:

سرکار نظر آئیں جب عرصۂ محشر میں

ہر سمت درودوں کا اک حشر اُٹھا دینا

اُن کی ہر نعت پر یہ احساس ہوتا ہے کہ اُنہوں نے ہماری فرمائش پر نعت تخلیق فرمائی ہے اور وہ اپنی تازہ نعت سنا دیتے ہیں تو ہم واقعتاً جھوم اُٹھتے ہیں:

جب بھی کبھی چھائی ہو پژ مردہ فضا عارفؔ

سب جھوم اُٹھیں ایسی اک نعت سنا دینا

یہ ایک تکلیف دہ حقیقت ہے کہ جس کتاب نے آدمی کو جینا سکھایا، نعت کہنے والے اُسی "الکتاب" کو بھلا بیٹھے ہیں اور اپنی دانست میں سمجھتے ہیں کہ اُنہوں نے نعت کا حق ادا کردیا۔ لیکن عارف صاحب اپنے نعتیہ شعروں میں کتابِ ہدایت سے استفادے کا قرینہ بھی لے آتے ہیں:

نہ کیوں لطفِ قرآن خوانی رہے

کہ خود عینِ قرآں مدینہ میں ہے

حضور کی محبت میں الل ٹپ خیالات کا اِظہار کرنے والے آج کے متشاعر اِس شعر سے بہت کچھ رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں:

وابستہ اِن سے جو ہے پذیرائیوں میں ہے

جو اِن سے دور ہوگیا ، رُسوائیوں میں ہے

یہ خوبصورت شعر مشامِ جاں کو معطر کردیتا ہے:

پھر تصور میں وہاں کا لالہ زار آنے کو ہے

اے مشامِ جاں ، ہوائے مشک بار آنے کو ہے

یہ شعر واقعی وجد کی کیفیت طاری کر دیتا ہے:

اُن کی اُلفت نے کیا ہے وہ تاثر پیدا
وجد میں لانے لگے خود مرے اشعار مجھے

پھر کیوں نہ عارف صاحب کی دیوانگی کا چرچا ہوگا:

جدھر جاؤں اُدھر غل ہو یہ دیوانہ ہے آقا کا
مری دیوانگی کچھ اِس طرح مشہور ہو جائے

اِن کے اِن شعروں میں عقیدت کو ایک نیا زاویہ فراہم ہو گیا ہے:

نسبتِ احمد مختار سے ہوں جو کچھ ہوں
مری نسبت مرا ہر گام بھرم رکھتی ہے
غلامی اُن کے در کی باعثِ صد فخر ہے ہم کو
یہی ہے اصل اپنی ہم اِسی سے جانے جائیں گے

عارف صاحب کے اِس شعر نے ہمیں حفیظ میرٹھی صاحب کی یاد دلا دی:

کسی قیصر کسی کسریٰ کو خاطر میں نہیں لاتے
غلامانِ محمد کی ادا سب سے نرالی ہے

اِس کا نتیجہ جو کچھ ہے وہ اِس شعر میں اُمنڈ آیا ہے:

اُن کی نسبت نے یہ پہچان بدل کر رکھ دی
اُن کے دیوانے کو دُنیا نے سیانا جانا

اللہ کا شکر ہے کہ نعت کے حوالے سے اُن کی عقیدتمندی کا والہانہ سفر مسلسل جاری ہے، اس کا خوبصورت اعلان و اِظہار ملاحظہ ہو:

کیف میں میں نے ابھی نعت نبی لکھی تھی

اور ابھی بارِ دگر نعتِ نبی لکھی ہے

محض تبرکاً اُن کے یہ چند شعر پیش ہیں جن کے ذریعہ ہم عارف صاحب کی عقیدتوں کو سلام کرنا چاہتے ہیں ورنہ اُن کی زنبیل میں کبھی ختم نہ ہونے والا ایک خزانہ ہے جس سے بیش از بیش استفادے کے امکانات نہایت روشن ہیں اور ہمیں اِن ہی اِمکانات سے اُمید ہے کہ ملت کے اِس وفا شعار شاعر کی عالمی سطح پر پذیرائی جاری رہے گی۔ خدا کرے کہ اللہ اُن کے فن کو نئے نئے آفاق عطا کرے۔ آمین۔

Azeez Belgaumi

BANGALORE, Karnataka State (India)

http://www.azeezbelgaumi.com

سید وحید القادری عارفؔ کی نعتیہ شاعری

جناب غلام ربانی فداؔ صاحب

مدیر مجلہ 'جہانِ نعت'

نعت موضوعی صنف سخن ہے جس کے عنوان شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہی اس کی اصل پہچان ہے۔ اسی لئے نعت کے لئے کوئی فارم متعین نہیں۔ مسدس، مثنوی، غزل، رباعی، ہائیکو یا تکونی جس شکل میں چاہے نیاز مند اپنے دل کا نذرانہ بارگاہِ مصطفےٰ میں پیش کرسکتا ہے شرط یہ ہے کہ اس کی اصل پہچان قائم رہے۔ یہاں ایک بات بڑی دلچسپ ہے کہ موضوعی اصناف اپنی خالصیت کی تکمیل بغیر سچائی اور خلوص کے نہیں کر پاتیں بلکہ ''حق وخلوص'' کی شدت جتنی زیادہ ہوگی کلام اتنا ہی سچا اور خالص ہوگا۔ رسول کی تعریف سب ہی کرتے ہیں حجر، شجر، ملائکہ اور جن حتیٰ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بھی رسول پر درود بھیجتا ہے اور بندوں کو تلقین وتاکید کرتا ہے کہ تم بھی میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجو۔ یعنی نعت خالص ایمان وعقیدہ کی چیز ہوئی۔ سچی اور خالص نعت کے لئے فنکار کا صاحب ایمان اور عاشقِ رسول ہونا شرط اوّل قرار پائی۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ اطاعت کے مقابلے میں ''حُبِّ رسول'' اسِ صنف سخن کے لئے زیادہ موزوں اور کارآمد ثابت ہوتا ہے۔ جب تک کمالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین اتنا مستحکم نہ ہو کہ عقیدہ کے درجے تک پہنچ جائے تب تک نعت کا سچا اور کھرا شعر وجود میں نہیں آسکتا۔ عقیدے کی محکمی اور یقین کامل کی پختگی نعت کی تاثیر میں شدت اور سچّا حُسن پیدا کرتی ہے۔ مگر یہ بھی ملحوظ رہے کہ عقیدہ خود ساختہ نہ ہو، قرآن و حدیث اور اسلاف کے اقوال سے کشید کیا ہوا ہو۔

سید وحید القادری عارفؔ کی نعتیہ شاعری جہاں عشقِ رسول کی روح سے مملو ہے وہیں قرآن وحدیث سے ماخوذ مضامین، معجزاتِ نبوی، تاریخی واقعات اور اصلاحی وتبلیغی خیالات بھی اسے تنوع اور رنگارنگی کی کیفیت عطا کرتے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ فنی طور پر انُ کی نعتیہ شاعری ایسی بے شمار خوبیوں کی حامل ہے جن کی تلاش ایک کہنہ مشق اور

بڑے شاعر سے کی جاسکتی ہے۔ تشبیہ، استعارہ تمثیل اور پیکر تراشی کی مثالیں تو بڑی آسانی سے مل سکتی ہیں، اُن کی شاعری میں وہ تکنیکیں بھی ملتی ہیں جو شعری مہارت کا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔ چھوٹی بحروں کی کاٹ، طویل بحروں کا ترنم، مشکل ردیفوں کا استعمال، ہندی کے مدھر بولوں کا کھپانا، نادر مگر خوش رنگ ترکیبیں گڑھنا اور محاوروں سے برجستگی اور روانی پیدا کرنا وغیرہ، ایسے حربے ہیں جن سے اشعار میں ادب کا بانکپن اور فکر وفن کی بہار اپنے جلوے بکھیرتی ہے چند مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

گداز عشق کو ہم اجنبی رہنے نہیں دیتے
کہ ساز دل بجز ذکر نبی رہنے نہیں دیتے

شعور زیست ملتا ہے فقط ان کے تصدق سے
وہ امت کو بحالِ خفتگی رہنے نہیں دیتے

جدھر اٹھتی ہیں نظریں سیر ہوجاتے ہیں دیوانے
وہ دیوانوں کی اپنے تشنگی رہنے نہیں دیتے

زباں کھلنے سے پہلے وہ عطا کرتے ہیں سائل کو
غلاموں کا کبھی دامن تہی رہنے نہیں دیتے

نہیں ہے کام اب مجھ کو کسی سے
میں وابستہ ہوں دامانِ نبی سے

وہ میرے ہیں میں دیوانہ ہوں اُن کا
یہ کہتا پھر رہا ہوں میں سبھی سے

مری نسبت ہی سرمایہ ہے میرا
یہی پایا ہے میں نے زندگی سے

مئی عشقِ نبی سے مست یوں ہوں
نہ نکلوں عمر بھر اس بے خودی سے

سید وحید القادری عارفؔ کی نعتیہ فکر ستھرا اسلوب بیان رکھتی ہے۔ اُن کے ذخیرۂ علم میں دین اور ادب، اردو اور فارسی و عربی دونوں کی رونقیں یکجا ہیں اس لئے اُن کے اسلوب و اظہار میں دونوں کے انعکاسات ملتے ہیں۔ وہ جہاں عربی و فارسی کے الفاظ اور ترکیبیں استعمال کرتے ہیں وہیں اودھ اور دہلی کی شستگی سے بھی اُن کا لسانی انسلاک نظر آتا ہے۔ ثقیل اور بھاری بھرکم الفاظ کے ساتھ عام فہم، رواں اور بول چال کے آسان الفاظ بھی اُن سے مانوس نظر آتے ہیں۔

سید وحید القادری عارفؔ نے صنف نعت میں جدید شعری روایات کو بھی بڑی خوبی سے برتا ہے۔ رباعی، ہائیکو، تکونی اور آزاد نعتیہ شاعری بھی کی ہے۔ اُن کے اظہار و اسلوب میں جہاں تنوع اور رنگارنگی ہے وہیں فنی اظہار میں شفافیت اور جذبے کی تپش بھی ہے۔ انہوں نے اپنی نعتوں کا خمیر عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آنچ میں تیار کیا ہے۔ اس لئے انُ کا ہر شعر عشقِ رسول کے تاروں سے لپٹا نظر آتا ہے۔ اُن کے یہاں محض الفاظ کی بازی گری نہیں بلکہ جذبۂ عقیدت کا پُرخلوص اظہار ہوتا ہے۔ ذیل کے اشعار پڑھئے اور سید وحید القادری عارفؔ کی نعت گوئی کے محاسن پر سر دھنئے۔

درِ سرکار پر کچھ اس طرح دیوانے جائیں گے
خرد سے بے تعلق ہوش سے بیگانے جائیں گے
جہاں ہر درد ہر غم کی دوا تقسیم ہوتی ہے
دلِ صد چاک کو اپنے وہاں بہلانے جائیں گے
غلامی ان کے در کی باعثِ صد فخر ہے ہم کو
یہی ہے اصل اپنی ہم اسی سے جانے جائیں گے

مئی حبِ نبی کی اور بڑھ جائے گی سرشاری
جہاں کثرت ہے اس مئی کی اسی میخانے جائیں گے
کمالِ بے خودی میں بھی ادب ملحوظ رکھنا ہے
وگرنہ زندگی کے سب عمل مٹوانے جائیں گے
سکونِ قلب آتا ہے میسّر ان کی چوکھٹ پر
مقدر میں لکھی سب الجھنیں سلجھانے جائیں گے
اسی در سے ہمیں ملجائے گا بخشش کا پروانہ
رضائے رب رضائے مصطفیٰ سے پانے جائیں گے
نبی کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہیں دنیا میں
اسی نسبت سے محشر میں بھی ہم پہچانے جائیں گے
کھنچے جائیں نہ کیوں سوئے مدینہ بار بار عارفؔ
جہاں پر شمع ہوگی اس جگہ پروانے جائیں گے

ربط و نسبت کے تقاضوں کو نبھانے آئے
ہم ترے در پہ جبیں اپنی جھکانے آئے
خوابِ غفلت میں کٹی عمر گذشتہ ساری
اب مگر ہوش میں آنے کے زمانے آئے
ہم نے شہرت جو سنی تیری مسیحائی کی
یاد سب زخم نئے اور پرانے آئے
نہیں کہنا تھا کسی سے نہ کہا تھا ہم نے
وہ جو سنتا ہے اسے اپنی سنانے آئے

اس قسم کے بیشتر اشعار قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں کیونکہ نعتیہ شاعری میں یہ نیا لب ولہجہ اُنہیں متحیر کرتا ہے اور سید وحید القادری عارفؔ کو معاصر نعتیہ ادب کے سب سے منفرد ممتاز اور نمایاں شاعر کی حیثیت سے متعارف کراتا ہے۔

سید وحید القادری عارفؔ کا تاریخی شعور بہت پختہ ہے۔ اسلامی تاریخ اور انسانی اقدار کی خوشبو اُن کی نظموں کو نئی روشنی اور نئے رنگ آہنگ سے معطر کرتی ہے۔ انُھوں نے تلمیحاتی انداز میں تاریخی واقعات کی طرف اشارہ ہی نہیں کیا، بلکہ تاریخ کے کسی واقعے یا واردات کو قصے کے پیرائے میں نقل کر دیا ہے تاکہ وہ واقعہ نہ صرف قاری کو مطلع کرے بلکہ اُس کے ذہن ودل پر اپنے اثرات بھی قائم کرے۔

سید وحید القادری عارفؔ کے اسلوب، لہجے اور موضوعات کی انفرادیت کا یہ عالم ہے کہ اُن کی شاعری سب سے الگ پہچانی جاتی ہے۔ نعتوں کے مجموعوں سے قطع نظر صرف چند نعتیں پڑھ جایئے، یہ حقیقت پہلی نظر میں سامنے آئے گی کہ ایک زندہ توانا اور متحرک شاعر جس کی قوت متخیلہ نامیاتی، زرخیز اور کائنات گرد ہے ان کا خالق ہے۔

سید وحید القادری عارفؔ خوشبو، خوب صورتی اور روشنی کے متلاشی ایک بے چین و بے قرار شاعر ہیں۔ یہ بے چینی اور بے قراری شاید اس لئے ہے کہ متعفن فضا نے خوشبوؤں کو جلاوطن کر دیا ہے۔ بدصورت کرداروں نے خوب صورتی کو کال کوٹھری میں بند کر رکھا ہے تاریکی نے روشنی کو مقفل کر دیا ہے۔ شاعر بے چین اور بے قرار ہے۔ خوشبو، خوبصورتی، روشنی اور رنگ و آہنگ کے متلاشی سید وحید القادری عارفؔ کے غموں، تنہائیوں، اشکوں، ویرانیوں، جدائیوں، دہشتوں اور تمناؤں کے معانی اسی تناظر میں تلاش کئے جاسکتے ہیں۔ بہتر دنیا، بہتر ماحول اور بہتر زندگی کی جستجو سید وحید القادری عارفؔ کے آؤٹ لک کا خصوصی خاصہ ہے۔

Gulam Rabbani Fida
Hirur, Karnataka State (India)
www.gulamrabbanifida.webs.com
www.jahanenaat.yolasite.com

"عرفانِ عارف"

(سیّد وحید القادری عارف کی نعت گوئی پر تبصرہ)

جناب سیّد افتخار حیدر صاحب

محترم جناب سیّد وحید القادری عارف صاحب کا کلام چاہے وہ حمد ہو، نعت ہو، منقبت و سلام ہو یا غزل ہو، ہر آن عرفان و آگہی کا درس ہوتا ہے۔ خصوصاً جب نعت، منقبت اور سلام کہنے کی جسارت فرمائیں تو ایسے جیسے نورالسمٰوات والارض ایک سراجاً منیرا میں سمٹ آیا ہے اور آپ اس کا پروانہ وار طواف فرما رہے ہیں۔۔۔ اور مجال نہیں جو پاسِ ادب ہاتھ سے نکلنے پائے۔ فرماتے ہیں:

یہاں سب کی آواز نیچی رہے
یہ تعلیمِ یزداں مدینے میں ہے

یہ باادب شعر، قرآنِ کریم کی سورۃ تحریم آیت:۲ کے مطابق مومنین کو سکھائے ہوئے آدابِ محفلِ حضور ﷺ کی تصدیق میں ہے۔ جو ان کی علمی استطاعت پر دلیل بنتی ہے۔ وہ خوب واقف ہیں کہ اسی آیہء مبارکہ کی رو سے، نبی کی آواز سے اپنی آواز اونچی اُٹھانے کی وجہ سے زندگی بھر کے نیک اعمال حبط ہو جائینگے۔ حالتِ حضوری میں انکا یہی احساسِ ادب، ان کے پورے وجود پر یوں چھا جاتا ہے کہ اُنکی زبان ہی گُنگ ہو جاتی ہے۔ فرماتے ہیں:

زباں یوں چُپ ہوئی کُچھ عرضِ حاجت ہی نہ کر پائی
میں حیراں تھا مرے نالے بھی کتنے باادب نکلے!!

اللہ رحمان الرحیم کے وجودِ رحمت سے فیضیاب، ایک رحمۃً لِلعالمین ذاتِ رسالت ﷺ کے حضور، اُنہی کی رحمت کے وِجدان کا احرام باندھے ہوئے پیش ہوتے ہیں:

اپنے شہر میں اپنے بھی بیگانے لگتے ہیں
اِن کے شہر میں ہر بیگانہ اچھا لگتا ہے
ممکن ہے دریائے رحمت جوش میں آجائے
اپنے عصیاں پر شرمانا اچھا لگتا ہے

عارف مجھ کو دیکھ کے بس وہ اتنا فرما دیں
دیوانہ ہے ! یہ دیوانہ اچھا لگتا ہے!!

یہ ایک ایسے شہر میں اپنی دیوانگیء شوق کا اِظہار لے کر والہانہ پہنچے ہیں جہاں مولانا کوثر نیازی صاحب فرماتے ہیں:

دھڑکنوں میں بھی احترام رہے
اے دلِ بے ادب! مدینہ ہے!!

مگر عارف صاحب کو رعایت اور اپنایت کا احساس حضور پاک کے جنّت کے سردار شہزادوں میں سے بڑے شہزادے کی اولاد حسنیؑ قادری سادات ہونے کی نسبت سے ہے۔اور کیا خوب نسبت ہے:

نسبت بھی اُن کی ایک مسلسل حیات ہے
ہر روز مِل رہی ہے نئی آگہی مجھے

ایسی طاہر آگہی کے مدارجِ فیض پر گامزن جناب محترم سیّد وحید القادری صاحب عجز وانکسار اور فکرِ عاقبت سے بے نیاز نہیں ہونے پاتے۔۔ میں اُن کی ادبی صلاحیتوں پر تبصرہ کرنے کا استحقاق نہیں رکھتا لیکن اُن کے نعتیہ اشعار کی دلیل پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ عارف صاحب اُن گنتی کے چند شاعروں میں سے ہیں جو اپنے تخلص کا پورا پورا حق ادا کر رہے ہیں۔۔۔اور نہایت بلند پایہ نعتِ رسول کہہ رہے ہیں۔۔عاجزانہ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ دنیا اور آخرت میں ان پر اپنا سایہء رحمت برقرار رکھے۔آمین:

حاصلِ زیست ہے یہ فضل یہ احساں مجھکو
کر دیا اُن کی غلامی نے مسلماں مجھکو
قطرہء اشکِ ندامت سرِ مژگاں عارفؔ
جیسے بخشش کا لگے ہے مری امکاں مجھکو

Syed Iftikhar Haider
Toronto, Canada
http://www.syediftikharhaider.com/

تبصرہ بر 'سرمایۂ حیات'

جناب ابوالفضل سید احمد قادری اعزاز

عارفؔ پاشا میرے لئے غیر نہیں۔ وہ میرے برادرِ نسبتی ہیں۔ مگر وہ میرے اپنے ہیں۔۔اپنی صفات کی وجہ سے۔ میں اُن سے ڈرتا نہیں ہوں' صرف مرعوب ہوتا ہوں۔ خصوصاً جب اُن کا کلام پڑھتا ہوں' اور جب اُن سے بات کرتا ہوں۔ میری یہ کیفیت اُن انوارِ سعادت کی وجہ سے ہے' جو اُن میں ایسے جلوہ گر ہیں کہ چھپائے نہیں چھپتے۔ وہ اپنی صفات کا خود ساختہ اظہار بھی نہیں کرتے' اور اِس کی پروا بھی نہیں کرتے کہ کوئی اُن سے متاثر ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔

تحریر میں فرمائشِ تحریر کر کے اُنہوں نے مجھے آزمائش میں ڈال دیا۔ گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل۔ میری صحت اور عمر' مجھے ایسے کاموں کی اجازت نہیں دیتے جن پر مجھے عبور نہیں جیسے نقد و تبصرہ۔

بہر حال' اپنی ایک پرانی تحریر سے خیال لے کر یہ ٹکڑا پیش ہے جو میرے تبصرہ کا خلاصہ سمجھا جا سکتا ہے:

سدا بہار کی لڑیوں میں سے ایک لڑی یا ایک پھول پسند کر کے علٰحدہ کرنا' ہر کسی کے لئے مشکل کام ہے۔۔میرے لئے اور بھی مشکل۔

تو پھر میں کیا لکھوں۔ روح کی بالیدگی کا ایک نسخہ لکھ دیتا ہوں۔ موصوف کی باغبانی سے تیار شدہ گل ہائے صد رنگِ چمنِ نعت کی ایک پتی پر نظر جمایئے اور لامحالہ اسے پسند کرنے کا شرف حاصل کیجئے۔۔پھر دوسری پتی پر۔ کتنی دیر تک؟ جب تک آپ میں طاقت و ہمت ہے۔ مبروک۔ والسلام

ابوالفضل سید احمد قادری
گلشنِ اقبال۔ کراچی۔ پاکستان

نعت گوئی اور میں

سید وحید القادری عارفؔ

پہلا منظر۔ میری کمسنی ہے۔ میرے آبائی مکان دیوڑھی حضرت مولوی محمودؒ میں ماہِ ربیع الاوّل کی سالانہ مجلس برپا ہے۔ شہ نشین پر شہرِ حیدرآباد کے بیشتر علماء و مشائخین جلوہ افروز ہیں۔ ایک جانب میرے والد گرامی حضرت مولانا ابو الفضل سید محمود قادری علیہ الرحمہ بھی تشریف فرما ہیں۔ قصیدہ خوانوں کی ایک جماعت قصیدۂ بردہ شریف پیش کر رہی ہے:

مَولَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِماً اَبَداً
عَلیٰ حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

قصیدۂ بردہ ختم ہوتا ہے تو ایک نعت خواں حضرت فصاحت جنگ جلیل کی نعتِ شریف کے اشعار پیش کرتا ہے:

لب پہ جس دم مرے نامِ شہہِ بطحا آیا
عمرِ رفتہ پلٹ آئی کہ مسیحا آیا

جس قدر وادیٔ غربت میں چبھے تھے کانٹے
پھول سب ہو گئے جس وقت مدینہ آیا

کاش یہ آئے مجھے حکم کہ آ طیبہ میں
میں پکاروں مرے مولیٰ مرے آقا آیا

یا نبی کہہ کے جو کشتی کا اٹھایا لنگر
وجد موجوں نے کیا جوش میں دریا آیا

محفل پر عجیب کیف کا عالم طاری ہے۔ جب مقطع پڑھا جاتا ہے

صرف حبِّ نبوی حشر میں کام آئی جلیل
طاعتیں آئیں نہ زہد آیا نہ تقویٰ آیا

تو بعض حاضرین کی آہیں بلند ہوجاتی ہیں اور آنکھیں اشک ریز ہوجاتی ہیں۔ حضرت والدم علیہ الرحمہ نعت خواں سے حضرتِ جامی علیہ الرحمہ کی نعتِ شریف کی فرمائش کرتے ہیں اور پھر ایک مترنم آواز گونجتی ہے:

نسیما جانبِ بطحا گذر کن
ز احوالم محمد را خبر کن
ببر ایں جانِ مشتاقم بہ آنجا
فدائے روضۂ خیر البشر کن
مشرف گرچہ شد جامی ز لطفش
خدایا ایں کرم بارِ دگر کن

یہ سلسلہ اور آگے بڑھتا ہے۔ نعت خواں دوسری نعت چھیڑ دیتا ہے:

چوں شنیدم کہ بہ پرسیدنِ احوال آئی
کرد بیمار مرا حسرتِ پرسیدنِ تو

کہیں سے حضرت والدمؒ کی نعتِ شریف کی فرمائش ہوتی ہے اور فوراً نعت خواں اس کی تکمیل کرتے ہیں:

بر درِ نبی جا کن شوکتِ گدا این است
خاکِ آستانش شو اصل کیمیا این است
چشمِ قلب و جاں واکُن روضہ اش تماشا کُن
بر زمیں یقیں می داں عرشِ کبریا این است
ہر چہ از درش خواھی بیشتر ازاں یابی
معدنِ عطا این است منبعِ سخا این است

غم مخور اگر از غم سینہء تو صد چاک است
نامِ مصطفی بر خواں نسخہء شفا این است
در خیالِ او بودن ہم بیادِ او مردن
نزدِ سالکانِ رہ زُھدِ بے ریا این است
گر جہاں بقتلِ تو جمع گشت باکے نیست
نعرہء محمد زن تیرِ بے خطا این است
چوں بوصفِ او محمود آمدہ یُزَکِّیْھِم
پس چرا نمی گویم چشمہء صفا این است

غرض یہ کہ عربی، اردو اور فارسی نعتیہ کلام کا ایک طویل سلسلہ رات کے کوئی دو بجے تک چلتا رہتا ہے۔ محفل برخواست ہوجاتی ہے لیکن عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سرشاری، عشاق کے دلوں پر ہنوز کیف وسرور کا وہ عالم طاری کئے ہوتی ہے کہ ان سب کی یہی حسرت ہوتی ہے کہ کاش یہ سلسلہ اسی طرح صبح تک چلتا رہتا۔

دوسرا منظر۔ میں حضرت والدم علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوں اور فانی بدایونی کی غزلیات سنا رہا ہوں۔ میری یہ عادت تھی کہ جب کبھی حضرت علیہ الرحمہ کو فارغ دیکھتا تو فوراً اُن کے قریب چلا جاتا اور اجازت پاکر مختلف شعراء کا کلام سناتا۔ ان میں کبھی علامہ اقبال کا کلام ہوتا تو کبھی غالب ومیر کا کبھی اختر شیرانی کا تو کبھی کسی اور شاعر کا۔ حضرت والدم اشعار سنتے، لطف لیتے، میرے سوالات کا جواب دیتے، کبھی خود بھی کچھ اشعار فی البدیہہ موزوں فرماتے اور مجھے ترنم میں سنانے کا حکم دیتے۔ اسوقت میں نے فانی کی غزل سنانی شروع کی:

مر کر ترے خیال کو ٹالے ہوئے تو ہیں
ہم جان دے کے دل کو سنبھالے ہوئے تو ہیں

والد صاحبؒ نے فوراً اپنی نعت لکھوانی شروع کردی:

سینے میں اُن کے عشق کو پالے ہوئے تو ہیں
تاریکیوں میں غم کی اُجالے ہوئے تو ہیں
ہم اہل تو نہیں مگر ائے ذاتِ مصطفیٰ
پھر بھی ترے کرم کے حوالے ہوئے تو ہیں
محمودؔ اب نگاہِ کرم کا ہے انتظار
ہنگامِ سحر کچھ مرے نالے ہوئے تو ہیں

اسی طرح ایک دفعہ سیماب اکبرآبادی کے یہ شعر میں نے والد صاحب علیہ الرحمہ کے سامنے پڑھے

مرے سینے میں دل رکھا مرے منہ میں زباں رکھدی
جہاں رکھنے کی جو تھی چیز قدرت نے وہاں رکھدی
یہ کس نے شاخِ گل لاکر قریبِ آشیاں رکھدی
کہ میں نے شوقِ گل بوسی میں کانٹوں پر زباں رکھدی

والد صاحب علیہ الرحمہ نے قافیہ کی تبدیلی کے ساتھ فوراً اپنے نعتیہ اشعار لکھوادئے

درِ خیر الوریٰ پر میں نے جب اپنی جبیں رکھدی
ہوا محسوس پیشانی سرِ عرشِ بریں رکھدی
پئے نظارہء فردوس خلاّقِ دوعالم نے
حرم کی چار دیواری میں جنّت کی زمیں رکھدی
سکوں پیہم جو تھا مطلوب میرے قلبِ مضطر کو
تو اس جانِ تمنّا کی جگہ دل کے قریں رکھدی

نظر جس جس جگہ اُن کا مجھے نقشِ قدم آیا
وفورِ شوق میں میں نے جبیں اپنی وہیں رکھدی

بجز عشقِ نبی کے دیں مکمّل ہو نہیں سکتا
خدا نے خود اسے ایماں کی شرطِ اوّلیں رکھدی

جو پہنچا اُن کے کوچہ میں عجب حالت ہوئی میری
کہیں ہوش و خرد کھوئے متاعِ دل کہیں رکھدی

اب اس منزل پہ ہے محمودؔ جذبہ عشقِ حضرت کا
مقابل آ گیا طیبہ جہاں میں نے جبیں رکھدی

تیسرا منظر۔ ہمارے مکان دیوڑھی حضرت مولوی محمودؒ میں ماہِ ربیع الاوّل کا سالانہ نعتیہ مشاعرہ۔ صدرِ مشاعرہ استادِ سخن حضرت معزالدین قادری الملتانیؒ مع دیگر اساتذہء کرام شہہ نشین پر موجود ہیں۔ شعراء بکثرت حاضر ہیں۔ معتمدِ مشاعرہ برادرِ مکرم مولانا سید غوث محی الدین قادری اعظمؔ یکے بعد دیگرے شعراء کو دعوتِ کلام دے رہے ہیں۔ ایک سے بڑھ کر ایک نعت سننے کو مل رہی ہے۔ چشم وقلب وگوش اس مبارک محفل کے مبارک ماحول سے سرشار ہیں۔ رات کا پچھلا پہر ہے لیکن حاضرینِ محفل میں سے کوئی اپنی جگہ سے جنبش کرنے کو بھی تیار نہیں۔ رفتہ رفتہ صدرِ مشاعرہ کی باری آتی ہے اوران سے ادباً گذارش کی جاتی ہے کہ وہ اپنا نعتیہ کلام پیش کرنے کی سعادت حاصل فرمائیں۔ حضرتِ معزؔ اپنے منفرد دلکش ترنم میں نعتِ شریف کا آغاز فرماتے ہیں اور محفل جھوم اُٹھتی ہے۔ داد وتحسین کے نعروں سے فضا گونج اُٹھتی ہے۔ یہ ابھی کلام سنا کر فارغ ہوتے ہی ہیں کہ حضرت والدم علیہ الرحمہ فرمائش کرتے ہیں۔ معز "احتیاط" سنا دو اور حضرتِ معز علیہ الرحمہ کا ترنم ایک بار پھر فضا کو رنگین بنا دیتا ہے:

یہ ہے بابِ مصطفی لازم ہے ائے دل احتیاط
ہر تڑپ میں بھی تجھے کرنی ہے شامل احتیاط

ڈگمگا جائے نہ کشتی اُمّتِ سرکار کی
سر اُٹھانا دیکھ کر اے موجِ ساحل احتیاط
دیکھ کر روضہ کو چاہا تھا کہ چیخوں گر پڑوں
بن گئی ہے اِن تمنّاؤں کی قاتل احتیاط
دم بخود اصحاب ہیں لَا تَرْفَعُوْا سن کر معزؔ
حق ادب آموز ہے لازم ہے کامل احتیاط

یہ اور اسی طرح کے کئی منظر ہیں جو آج بھی دیدہ و دل میں محفوظ ہیں۔ یہ وہ ماحول تھا جہاں روز و شب اُٹھتے بیٹھتے نعت و منقبت کے پُرکیف اشعار اعماقِ قلب کو جذباتِ عقیدت کی سرشاری سے لبریز کرتے رہتے تھے۔ دل اگر کہیں لطفِ سرنگونی تلاش کرتا تو آواز آتی

بنہہ بر پائے احمد سر کہ یابی صد وقار اینجا
سر اینجا سجدہ اینجا بندگی اینجا قرار اینجا

(آصفجاہِ سابع علیہ الرحمہ)

اور چشمِ تصور سرِ عجز کو سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پائے اقدس پر جھکا پاتی۔ کبھی دردِ دل اپنے علاج کے لئے مضطرب ہوتا تو کوئی ترنم ریز لگتا

مجھے دردِ دل کی دوا چاہیے
غبارِ رہِ مصطفی چاہیے

(فصاحت جنگ جلیل)

اور دل مان لیتا کہ تمام غم واندوہِ جہان کا علاج آقائے دوجہان کے مدینہ طیّبہ کی خاک ہے جو زندگی میں میسّر ہوجائے تو اکسیر اور بعد مردن نصیب ہو تو جنت میں داخلہ کا پروانہ ہے۔ قلبِ مضطر کی تسکین کے لئے کہیں سے کوئی

آواز آتی

دلِ حسرت زدہ مایوس کیوں ہے سوئے طیبہ چل
حبیبِ کبریا سے عرض کر اپنی تمنا چل
تصور جب کبھی کرتا ہوں ریگستانِ طیبہ کا
مجھے چلتی ہوئی بادِ صبا کہتی ہے چل آ چل

(مفتی اشرف علی اشرفؔ)

اور دل واقعی درِ سرکار پر حاضری کے لئے بے تاب ہو اُٹھتا۔ یہ وہ ماحول تھا جو حرارتِ ایمانی رکھنے والے قلوب کی نسبتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محکم سے محکم تر کرتا' اس کی مسلسل آبیاری کا ذریعہ بنتا اور اسے درجۂ عشق پر پہنچا دیتا۔ غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آقا کے عشق کی نعمتِ بے بہا سے بہرہ ور ہوتے اور رات دن اسی عشق کے ترانے چار سو گونجتے رہتے۔ نعت گو شعراء کی کثرت جو والہانہ انداز میں اپنی سرکار سے وابستگی کا روز بروز اظہار کرتے' نعت خوان جوشِ عقیدت میں نعتیہ اشعار پیش کرتے' نعتیہ محفلیں منعقد ہوتیں جن میں نعتیہ مشاعرے بھی ہوتے اور نعت خوانی کی محافل بھی ہوتیں۔ گھر گھر میں حسنِ عقیدت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر رہتا۔ یہی وہ ماحول تھا جس میں میں نے ہوش سنبھالا اور یقیناً اسی ماحول کا اثر تھا کہ میری فطرت میں بھی نعت گوئی کا رجحان پیدا ہوا۔ اپنی نسبتِ غلامی کے اظہار کے لئے اس سے بہتر کوئی اور ذریعہ ہو بھی نہیں سکتا تھا

میرا ایمان مری جان رسولِ عربی
جان و دل آپ پہ قربان رسولِ عربی

اور پھر اس دلبستگی نے اگر راہِ عشق کی صعوبتوں کو آسان کر دیا تو کوئی حیرت نہیں کہ

آپ کا نام لیا جس نے خلوصِ دل سے
اس کی مشکل ہوئی آسان رسولِ عربی

میں نے نعتیہ اشعار کہنے شروع کئے۔ اللہ کے فضل و کرم سے مجھے اپنے گھر میں ہی اپنے والدِ مکرم ذوالفضلِ والکرم کی صورت میں ایک کامل استاد میسر تھے جو قدم قدم پر میری راہنمائی کے لئے موجود تھے۔ انہوں نے جب مجھے اس جانب مایل پایا تو میری بڑی ہمت افزائی فرمائی اور شہرِ حیدرآباد اور بیرون کے نعتیہ و منقبتی مشاعروں میں شرکت کا حکم دیا جن میں بیشتر خود حضرت علیہ الرحمہ کی صدارت میں ہوتے۔ ان مشاعروں میں شرکت سے جہاں دیگر شعراء اور اساتذہء کرام کے اشعار سننے کا موقع ملتا وہیں اپنے اشعار ان کے سامنے پیش کرنے کی بھی سعادت حاصل ہوتی۔ ان کی فہرست بہت طویل ہے جس میں حضرت کاملؔ شطاریؒ، حضرت معزؔ ملتانیؒ، حضرت سیفؔ حمویؒ حضرت قدرؔ عریضیؒ، ملک الشعراء اوجؔ یعقوبی، جناب خواجہ شوقؔ، پیرزادہ بسملؔ ابو العلائی، جناب معین الدین بزمیؔ، جناب عارفؔ بیابانی وغیرھم جیسی کئی قابلِ قدر شخصیتوں کے نام شامل ہیں۔ اس پر اپنے خاندان کے بزرگوں کی نعتوں کا انمول خزانہ مجھے ہمیشہ دستیاب تھا جن کی ورق گردانی اپنے اس جوہر کو بہتر سے بہتر کرنے کا وسیلہ بنتی گئی۔ ان میں سب سے پہلے خود میرے والدِ ماجد حضرت ابوالفضل سید محمود قادری محمودؔ کے اشعار تھے پھر میرے جدِ امجد حضرت مفتی ابو السعد سید عبد الرشید قادری اخترؔؒ، میرے جدِ مادری وحید العصر حضرت سید وحید القادری عارفؔؒ، میرے رشتہ کے دادا عاشقِ رسول حضرت مفتی میر اعظم علی شائقؔؒ، ان کے صاحبزادے حضرت مفتی میر اشرف علی اشرفؔؒ اور میرے رشتہ کے چچا حضرت ابوالحسنات سید ولی القادریؒ کے اشعار شامل تھے۔ اور پھر یہ عزم پختہ ہوگیا کہ

ہم مدحِ شہنشاہِ امم کرتے رہینگے
یوں پرورشِ لوح و قلم کرتے رہینگے

اپنی بے مایگی کا احساس تھا لیکن ساتھ میں یہ بھی علم تھا کہ

ہر چند کہ ممکن نہیں وصفِ شہہِ طیبہ
نعت ان کی جہاں والے رقم کرتے رہینگے

اور پھر یہ سلسلہ چل پڑا۔ نعتیہ اشعار اپنے جذباتِ عقیدت کے اظہار کے لئے بہترین ذریعہ ثابت ہوئے۔ جب جذباتِ عقیدت نے مہمیز پائی تو آقا کے دربارِ گہر بار میں حاضری کی آرزو کروٹیں لینے لگی

یوں تصور ہے بندھا کوئے نبی کا دل کو
آنکھ جب بند ہو طیبہ نظر آتا ہے مجھے

نسبتِ غلامی یہ احساس پارہی تھی کہ

وقت مدت سے تھا جس کا انتظار آنے کو ہے
زندگی کی بےقراری کو قرار آنے کو ہے
جوش میں آنے کو ہے دریائے الطاف و کرم
اے مشامِ جاں ہوائے مشکبار آنے کو ہے

رحمتِ خداوندی کا ظہور ہوا اور ۱۹۸۴ء میں بسلسلہء ملازمت حیدرآباد سے جدہ منتقل ہونا میسر آیا۔ وہ منظر جسے چشمِ تصور سے دیکھا کرتا تھا اب نگاہوں کے سامنے موجود تھا۔ زبان سے بے ساختہ نکلا

مدینہ ہی تصور کی مرے منزل نظر آیا
نہیں اس سے نہیں کچھ اور بہتر یا رسول اللہ

اور دل یہ استدعا کرنے لگا

کشش رکھتا ہے ایسی آپ کا در یا رسول اللہ
نہیں اُٹھتا اُٹھائے سے مرا سر یا رسول اللہ
تسلّی سی یہاں ملتی ہے آ کر قلبِ مضطر کو
نگاہوں کو ہے یہ فردوس منظر یا رسول اللہ
نہیں ملتا کہیں درماں ہماری تشنہ کامی کا
نظر اے مالکِ تسنیم و کوثر یا رسول اللہ

خدا کے واسطے چوکھٹ سے اب نہ دور فرمائیں
مرا سر ہو گیا ہے اس کا خوگر یا رسول اللہ

اللہ سبحانہ تعالیٰ کا جتنا شکر کروں کم ہے کہ اس وقت سے آج تک اس درِ اقدس پر حاضری کا شرف بار بار نصیب ہوا۔ اب جب کبھی درگہہِ عالی میں حاضری کے لئے روانہ ہوتا ہوں تو یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ۔

درِ سرکار پر ہم حاضری کو گھر سے جب نکلے
تمنّا' آرزو' ارمان' خواہش سب کے سب نکلے
یقیں محکم لئے سینے میں آقا کی شفاعت کا
دلِ صد چاک و چشمِ اشکبار وجاں بہ لب نکلے

اور جب صلوٰۃ وسلام کے لئے جالیء مبارک کے سامنے پیش ہوتا ہوں اس کیفیت کا کیا کہنا

عجب کچھ کیفیت تھی دل کی پیشِ جالیء اقدس
یہ حسرت تھی دمِ آخر نکلنا ہو تو اب نکلے
زباں یوں چپ ہوئی کچھ عرضِ حاجت بھی نہ کر پائی
میں حیراں تھا مرے نالے بھی کتنے باادب نکلے

دعا ہے کہ مجھے نعت گوئی کی یہ سعادت آئندہ بھی یونہی ملتی رہے اور میرے ان اشعار کو بارگاہِ نبوی میں شرفِ قبولیت حاصل ہو۔ آقا کے دربار میں اسی طرح بار بار حاضری میرے نصیب میں میسر رہے اور عشقِ رسول علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے مجھے حظِّ وافر نصیب ہو کہ

زہد و تقویٰ تو نہیں عشقِ پیمبر عارفؔ
میری بخشش کا سہارا نظر آتا ہے مجھے

•••☆☆☆•••

روبرو۔۔۔۔سید وحید القادری عارفؔ سے مکالمہ

مصاحبہ گو: جناب غلام ربانی فدؔا صاحب' مدیر ''جہانِ نعت''

سوال: آپ کا سوانحی وادبی، خاندانی پس منظر بیان کیجئے ؟

جواب: میرا تعلق حیدرآباد دکن کے ایک مشہور ومعروف علمی وادبی خاندان سے ہے۔ میرے جدِّ اعلیٰ حضرت مفتی ابوالفضل سید محمود قادری نقشبندیؒ آصف جاہِ خامس کے دورِ سلطنت میں ناظمِ نظمِ جمعیت' ناظم قضایائے عروب' رکن عدالت العالیہ اور مفتی وضعِ قوانین کے جلیل القدر عہدوں پر فائز رہے۔ آپ اپنی سرکاری مصروفیات کے باوجود درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھتے اور آپ کے حلقہء درس میں عمائدینِ شہر' علما وفضلا کی ایک کثیر تعداد شریک ہوتی اور آپ کے تبحرِ علمی سے مستفید ہوتی۔ عمدۃ العلماء مفتی میر مسیح الدین علی خان محبوب نواز الدّولہؒ آپ کے خسر تھے جو دارالقضاء میں مفتی ءاوّل کی خدمت پر فائز تھے۔ آپ کی تصنیف ''مسیح الاسقام'' معروف ہے۔

میرے جدِّ امجد حضرت مفتی ابوالسعد سید عبدالرشید قادریؒ نے مفتیء بلدہ اور قاضی القضاۃ کی خدمات انجام دیں۔ جید شاعر تھے۔ اخترؔ تخلص تھا۔ عربی اردو اور فارسی میں شعر کہتے تھے۔

وحید العصر حضرت سید وحید القادری الموسوی عارفؒ میرے نانا تھے جو قطب الاقطاب حضرت سید موسیٰ قادری علیہ الرحمہ کی اولادِ امجاد سے تھے۔ علماء اور مشائخینِ وقت میں ممتاز تھے۔ شعر یہ بھی کہتے تھے۔ عربی' اردو اور فارسی کلام کا مجموعہ ''کلامِ عارف'' کے نام سے طبع شدہ ہے۔ آپ کی تصنیف ''سماع'' اپنے موضوع پر مختصر لیکن جامع سمجھی جاتی ہے۔

یہ تمام حضرات اصحابِ رشد وہدایت تھے اور سلسلہء نقشبندیہ وقادریہ میں ارادتمندوں کی ایک کثیر تعداد ان کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مستفید تھی۔ میرے والدِ گرامی حضرت علامہ ابوالفضل سید محمود قادریؒ شعبہء قانون سے وابستہ تھے۔ بحیثیت ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج خدمات انجام دیں۔ شہرِ حیدرآباد کے علماء ومشائخین میں اپنے علم کے باعث ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ کئی مذہبی' علمی' سماجی انجمنوں کے بانی' صدر' معتمد یا سرگرم کارکن تھے جن

میں انجمنِ معین الملت (بانی وصدر)' معارفِ اسلامیہ ٹرسٹ (بانی وصدر)' طور بیت المال (نائب صدر)' جامعہ نظامیہ (معتمد مجلسِ انتظامی)'، مسلم ویلفیر آرگنائزیشن (بانی ونائب صدر)' انجمن تحفظِ اوقاف' صدر مجلسِ علمائے دکن وغیرھم شامل ہیں۔ آپ سلسلہء قادریہ میں نقیب الاشراف بغدادِ شریف حضرت پیر سید ابراہیم سیف الدین قادری الکیلانیؒ کے خلیفہ تھے۔ شاعر تھے۔ محمودؔ تخلص فرماتے تھے۔ عربی' اردو اور فارسی میں شعر کہتے تھے۔ امام الکلام پہلوانِ سخن نجم الدین صاحب ثاقبؔ بدایونیؒ سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ تین مجموعے "فردوس" (نعتیہ کلام) "بہارِ منقبت" اور "کیف وسرور" (غزلیات) شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ عقائد اہلِ سنت میں متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ ادب میں "محاسنِ تاریخ گوئی" فنِ تاریخ گوئی پر آپ کی منفرد تصنیف ہے۔ بعض نایاب قلمی کتب کا آپ نے فارسی سے اردو میں ترجمہ فرمایا جن میں حضرت سید شاہ غلام علی قادری الموسویؒ کی تصنیف "مشکوٰۃ النبوۃ" کی پانچ جلدیں شامل ہیں۔ ابو الکلام آزاد ریسرچ انسٹیٹوٹ کے زیر اہتمام مرتبہ اردو انسائکلو پیڈیا میں حصہء قانون آپ نے ہی تحریر فرمایا تھا۔

سوال: آپ کی پہلی نعت وغزل کا مطلع ومقطع کیا تھا۔ آپ نے کب کہی؟

جواب: پہلی نعت میں نے ۱۹۷۱ء میں کہی تھی۔ مطلع ومقطع پیش ہیں:

نبی کا جو محفل میں نام آگیا ہے
ہر اِک کی زباں پر سلام آگیا ہے
پہنچ کر مدینے میں عارفؔ کہوں گا
کہ سرکار اب یہ غلام آگیا ہے

جبکہ پہلی غزل میں نے ۱۹۷۱ء ہی کے ایک طرحی مشاعرہ میں پیش کی تھی۔ مطلع ومقطع یوں ہیں:

نفس نفس میں مرے یوں سمائے جاتے ہیں
تمام روح وجد پر وہ چھائے جاتے ہیں

حریمِ یار اک ایسا مقام ہے عارفؔ
"جہاں پہ پھول نہیں دل بچھائے جاتے ہیں"

سوال: عشق کی حیثیت آپ کی نظر میں؟

جواب: میں سمجھتا ہوں محبت ایک فطری عمل ہے اور عشق اس کی معراج ہے۔ عشق کا دعویٰ کرنے والے تو بہت ہیں لیکن یہ وہ مقام ہے جو بہ آسانی ہر کس و ناکس کو نصیب نہیں ہوتا۔ پھر عشقِ مجازی کی پرفریب راہیں بھی ہیں جن میں اکثر لوگ الجھ کر رہ جاتے ہیں۔ مومن کا مقصد عشقِ حقیقی کا حصول ہوتا ہے جس کے لئے اسے کئی مشکل مراحل سے گذرنا پڑتا ہے۔ اس کی ابتدا خود اپنی حقیقت کے ادراک سے ہوتی ہے اور انتہا اپنے خالق کی پہچان پر ہوتی ہے۔ جب بندہ اپنے خالق کی معرفت کی خواہش رکھتا ہے تو پھر اس کی جانب دیوانہ وار بڑھتا ہے اور خود خالق اس کی راہوں کو آسان کرتا جاتا ہے کہ ارشادِ ربّانی ہے وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ اور اس منزل کے حصول کے لئے دامنِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستگی اور آپ کے اسوۂ حسنہ کی تقلید سے بہتر کوئی راستہ نہیں۔ علامہ اقبال نے خوب کہا ہے:

ہر کہ آں عشقِ نبی سامانِ اوست
بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست

کہ عشقِ نبی کی حلاوت جسے نصیب ہوگئی تو گویا بحر و بر کی تمام وسعتیں اس کے گوشۂ دامن میں سما گئیں اور یہی تو دونوں جہان میں کامیابی و کامرانی کی دلیل ہے۔

دولتِ عشقِ نبی دل میں لئے آتا ہے
پئے بخشش یہی سرمایہ ہے نادار کے پاس
(عارفؔ)

سوال: سعودی عرب میں اردو کی موجودہ صورت حال کیا ہے؟

جواب: سعودی عرب میں اردو کی کوئی سرکاری حیثیت نہیں۔ یہاں عربی کے بعد جو زبان عام ہے وہ انگریزی

ہے۔تاہم یہاں ایک روزنامہ "اردو نیوز" شائع ہوتا ہے جس میں ابتداء میں طرحی مشاعرے بڑی کامیابی سے ہوتے تھے۔اس میں یہاں مقیم کئی اردو شاعر حصہ لیتے تھے۔میری غزلیات بھی اس اخبار میں طبع ہوتی رہی ہیں۔اس کے علاوہ ہندوستانی اور پاکستانی کمیونٹی انفرادی طور پر اردو کی خدمت کر رہی ہے۔مختلف مذہبی، شعری اور ثقافتی محفلیں منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ہندوستانی سفارت خانہ کے زیرِ اہتمام بھی ایسی محفلوں کا انعقاد عمل میں آتا ہے۔

سوال: نعت نگاری کے نئے موضوعات و اسلوب کیا ہو سکتے ہیں؟

جواب: نعت گوئی نہایت ادب و احترام کی متقاضی ہوتی ہے۔یہ اس ممدوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدحت ہے جس کی بارگاہِ بیکس پناہ میں آواز کی بلندی بھی اعمال کے حبط ہونے کا باعث ہوتی ہے۔میرا خیال ہے کہ اس فن میں نئے موضوعات و اسلوب پر تجربہ کرنے کی جسارت کی بجائے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم و رضوان اللہ علیھم اور اولیائے کاملین و متقدمین رحمھم اللہ کی تقلید میں عافیت ہے۔ہاں انداز بیان میں جدّت ممکن ہے لیکن اس میں بھی از حد احتیاط ضروری ہے۔

سوال: آپ کے بزرگوں کے پسندیدہ نعتیہ اشعار سنائیے؟

جواب: میرے جدِّ امجد حضرت مفتی سید عبدالرشید قادری اخترؔ علیہ الرحمہ کے یہ اشعار مجھے بے حد پسند ہیں:

گنہہ ایسے دھلیں کافور سب کا ہوش ہوجاتا
تری دریائے رحمت کو ذرا سا جوش ہوجاتا

شفیع المذنبیں حق نے کیا اے رحمتِ عالم
قبائے مغفرت میرے لئے سرپوش ہوجاتا

تری زلفِ رسا بڑھ کر قریبِ دوش ہوجاتی
مرا سر جھکتے جھکتے بوسۂ پاپوش ہوجاتا

میرے نانا حضرت سید وحید القادری عارفؔ علیہ الرحمہ کے چند اشعار پیش ہیں:

مدّت سے ہے دل میں مرے ارمانِ مدینہ
دکھلادے خدا جلد گُلستانِ مدینہ
موقوف ہے توقیرِ مکاں ذاتِ مکیں پر
سلطانِ مدینہ سے بڑھی شانِ مدینہ
محبوب کی محبوب ہوا کرتی ہے ہر شئی
کیوں کر نہ دل و جان ہوں قربانِ مدینہ
عارفؔ یہ سمائی ہے سرِ سودازدہ میں
ہوں میرے قدم اور بیابانِ مدینہ

میرے والد حضرت ابوالفضل سید محمودؔ قادری علیہ الرحمہ کی یہ مشہور و معروف نعتِ شریف مجھے بے حد پسند ہے:

کعبہء دل تمہیں تو ہو قبلہء جاں تمہیں تو ہو
تم پہ نثار جان و دل جانِ جہاں تمہیں تو ہو
تم سے ہے میری زندگی تم سے ہے میری بندگی
مجھکو جہاں سے کیا غرض میرا جہاں تمہیں تو ہو
میرا نمود تم سے ہے میرا وجود تم سے ہے
غیب و شہود تم سے ہے میں ہوں کہاں تمہیں تو ہو
نالہء دل گداز میں، پردہء سوز و ساز میں
شوق کے ترجماں تمہیں دل کی زباں تمہیں تو ہو
سب کو تمہاری آرزو سب کو تمہاری جستجو
سب جسے ڈھونڈتے ہیں وہ جنسِ گراں تمہیں تو ہو

محفلِ کائنات میں میکدہء حیات میں
تشنہ دہاں ہمیں تو ہیں پیرِ مغاں تمہیں تو ہو
محمودِ خستہ حال کو نام و نشاں سے کیا غرض
ہے یہ وہی تو بے نشاں جس کا نشاں تمہیں تو ہو

سوال: انٹرنیٹ پر اردو نعتیہ ادب کی صورتحال؟

جواب: انٹرنیٹ پر اردو نعتیہ نثر و نظم کافی مقدار میں دستیاب ہے۔ یہ اسکرپٹ کی صورت میں بھی ہے اور آڈیو اور ویڈیو فارمیٹ میں نعت خوانی اور قوالیوں کی شکل میں بھی۔ تاہم ان میں معیاری کلام اگر مفقود نہیں تو کم یاب ضرور ہے۔

سوال: کیا بات ہے کہ آپ اخبارات و رسائل میں بہت کم شائع ہوتے ہیں؟

جواب: اسیّ کی دہائی تک میرے مضامین اور اشعار مختلف اردو اخبارات اور رسائل میں شائع ہوتے تھے۔ اس کے بعد کبھی کبھار جدہ سے شائع ہونے والے اخبار "اردو نیوز" اور پاکستان کے رسالوں "رابطہ" اور مجلّہء عثمانیہ" وغیرھما میں کلام شائع ہوا پھر رفتہ رفتہ نام و نمود سے کنارہ کشی نے طبیعت پر غلبہ پالیا اور اب یہ حال ہے کہ 'منم و کُنجِ خموشی و کتبھای چند' پر عمل پیرا ہوں۔ ہاں آجکل فیس بک رابطہ کا ایک اچھا ذریعہ بن چکا ہے جس سے شعراء کی عالمی برادری باہم دیگر منسلک ہے۔ ایک دوسرے کی شاعری سے لطف اندوز ہونے کا یہ سلسلہ چل پڑا ہے جس میں میں بھی جُڑا ہوا ہوں۔ آن لائن مشاعرے بھی خوب ہو رہے ہیں ان میں بھی شرکت ہو جاتی ہے۔

سوال: تنقید نعت کی کتنی ضرورت محسوس کرتے ہیں؟

جواب: میں پھر کہوں گا کہ یہ مقام نہایت ادب و احترام کا متقاضی ہے۔ یہ بات جہاں نعت گوئی پر منطبق ہوتی ہے وہیں نعتیہ کلام پر تنقید نگاری کے لئے بھی شرطِ اوّلین کی حیثیت رکھتی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ تنقید نگار محتاط رویّہ کے عادی نہیں ہوتے اور یہ عادت نعتیہ کلام پر تنقید کے ضمن میں ضیاعِ ایمان کا باعث بھی بن سکتی ہے۔

سوال: عالمی اردو بستیوں میں اردو کا منظر نامہ کیا ہے؟

جواب: جہاں تک میں جانتا ہوں اردو برادری میں بلا لحاظِ قومیت و جغرافیائی حدود ادبی بیداری نمایاں ہے۔ ہندوستان، پاکستان کے علاوہ امریکہ، کینیڈا، انگلینڈ اور دیگر یوروپی ممالک میں بھی اردو اداروں کی خاصی تعداد موجود ہے بلکہ دن بدن نئے ادارے بھی وجود میں آرہے ہیں جہاں نشر و اشاعت کا کام بڑے زور و شور سے جاری ہے۔

سوال: کیا آپ نثر بھی لکھتے ہیں؟ کتنی کتابیں شائع ہو چکی ہیں؟

جواب: جیسے میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے میرے نثری مضامین اردو جرائد میں طبع ہوتے رہے ہیں لیکن آجکل منظومات کی جانب زیادہ میلان ہے۔ میں نے حضرت والدم علیہ الرحمہ کے حسب الحکم حضرت سید شاہ غلام علی قادری الموسویؒ کی تصنیف "مشکٰوۃ النبوۃ" کی تین جلدوں (جلد ۶، ۷ اور ۸) کا فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا تھا جو ۱۹۸۴ء میں طبع ہوئیں۔ حضرت سید شاہ غلام علی قادری الموسویؒ کی حیاتِ بابرکات پر ایک کتاب "علی الولی" تحریر کی جس کا بیشتر حصہ مشکٰوۃ النبوۃ کی آٹھویں جلد میں بطورِ ضمیمہ طبع ہوا۔ اس کے علاوہ ایک کتاب "ذکرِ محمودؒ" میرے جدِ اعلیٰ حضرت ابوالفضل سید محمودؒ کی شخصیت اور خاندانی حالات پر منظرِ عام پر آچکی ہے۔ حضرت والدم علیہ الرحمہ کے مضامین کا مجموعہ "افکارِ محمودؒ" بھی میں نے مرتب کیا تھا جو ۲۰۰۱ء میں طبع ہوا۔

سوال: آپ اداس ہوتے ہیں تو کیا کرتے ہیں؟

جواب: ایک شاعر جب اداس ہوتا ہے تو یقیناً شعر کہتا ہے اور میں بھی یہی کرتا ہوں۔

سوال: آپ کے پسندیدہ شعراء کے کچھ اشعار سنائیے۔

جواب: میرے والد کہا کرتے تھے کہ بہترین شعر وہ ہوتا ہے جو ایک دفعہ سن لیں تو یاد ہو جاتا ہے۔ کچھ پسندیدہ شعر پیش ہیں جو اسی زمرہ میں آتے ہیں:

وَ اَحسَنُ مِنكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَينِی

وَ اَجمَلُ مِنكَ لَنْ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقتَ مُبَرَّاءً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّكَ قَدْ خُلِقتَ کَمَا تَشَآءُ

(حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ)

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَ یَا سَیِّدَ الْبَشَرْ
مِنْ وَجہِكَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نَوَّرَ الْقَمَرْ
لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقَّهٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر

(حضرتِ جامیؒ)

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

(غالبؔ دہلوی)

نہیں ہے دوسرا کوئی ہمارا یا رسول اللہ
تمہارے ہیں تمہارا ہے سہارا یا رسول اللہ
مدد کا وقت ہے اب تابِ گویائی نہیں باقی
چلی جب تک زباں میں نے پکارا یا رسول اللہ
امیر بے نوا محشر میں کس کا آسرا ڈھونڈے
رہا مدّاح دنیا میں تمہارا یا رسول اللہ

(امیر مینائی)

سوال: ''جہانِ نعت'' کے حوالے سے آپ کے تاثرات کیا ہیں؟

جواب: سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بنظرِ غائر مطالعہ دامنِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ وابستگی بخشتا ہے

اور اس والہانہ وابستگی سے نسبتِ غلامی کا احساس غالب آتا ہے اور غلام اپنے آقا کی مدح وثنا میں مشغول ہوجاتا ہے۔ قلم اُٹھتا ہے تو اُنہیں کی نعت رقم ہوتی ہے۔ زبان کھلتی ہے تو اُنہیں کی نعت بیان ہوتی ہے۔ آج کے اس پُر فتن دور میں جہاں انٹرنیٹ پر ہر قسم کی رطب و یابس کے ذریعہ نسلِ نو کی تباہی کے تمام اسباب بہ آسانی موجود ہیں' جہانِ نعت کی اشاعت ایک مثبت اقدام ہے جس سے وابستگانِ دامنِ محمدی کو اُن کی اصل کی جانب لوٹنے کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کو زیادہ سے زیادہ ناظرین تک پہنچانے کی سعی کی جائے تاکہ ہر اس صاحبِ ایمان کے دل میں اُلفتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمے بہہ نکلیں جو ایک بار جہانِ نعت یا اس جیسی دوسری ویب سائٹس کی زیارت کرلے۔

سوال: قارئین ''جہانِ نعت'' کے لئے کوئی پیغام؟

جواب: میں جہانِ نعت کے قارئین سے یہی کہوں گا کہ اُنہیں اپنی نسبت کو مستحکم کرنے کا جو موقع جہانِ نعت کی صورت میں ملا ہے اس سے مکمل استفادہ کریں کہ یہاں ان کے رنج وغم کا علاج بھی ہے' سکون واطمینان کا سامان بھی ہے اور دارین کی کامیابی کی جانب راہنمائی بھی میسر ہے۔

علاجِ اضطرابِ آدمیّت ان کے در پر ہے
غرض کچھ چارہ گر سے ہے نہ حاجت کوئی درماں کی

...☆☆☆...

(مطبوعہ ''جہانِ نعت'' پرنٹ ایڈیشن۔ جولائی تا ڈسمبر ۲۰۱۲ء)

نذرِ محترم سید وحید القادری عارفؔ

ڈاکٹر احمد علی برقیؔ اعظمی صاحب

فخرِ دوراں ہیں وحید القادری
جن کی نعتیں ہیں سرودِ سرمدی
موجزن ہے ان میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ
ذہن کو ملتی ہے جس سے تازگی
ہے تصوف سے انھیں بیحد لگاو
منعکس ہے جس سے روحِ معنوی
ان کے گلہائے عقیدت دیکھ کر
کیوں ملے سب کو نہ روحانی خوشی
غوث الاعظمؓ سے بھی وابستہ ہیں وہ
سلسلہ ہے جن کا برقیؔ قادری

دیگر

ہیں مرجعِ اہلِ نظر سید وحید القادری
شاعر ہیں یہ اک معتبر سید وحید القادری
ہیں اُن کے گلہائے سخن بزمِ ادب کی آبرو
سب کے ہیں منظورِ نظر سید وحید القادری
ہے فکر و فن کا معترف عارفؔ کے برقیؔ اعظمی
ہیں سرِّ حق سے باخبر سید وحید القادری

دیگر

ہیں یہ گلہائے عقیدت روح پرور آپ کے		نعتیہ اشعار ہیں یہ مظہرِ حبِّ نبی
آپ کی نذرِ عقیدت کا نہیں کوئی جواب		شاعرِ جادو بیاں سید وحید القادری

حصہ ثانی

نعتیہ کلام

"سرمایہء حیات"

آقائے دوجہان' باعثِ کون ومکان' سرورِانس وجان علیہ افضل الصلوٰۃ والسلامِ فی کل حینٍ وآن کی بارگاہِ بیکس پناہ میں صحابہء کرام علیہم السلام' اولیائے عظام علیہم الرحمۃ' عامۃ المومنین سب نے مدح وثنا کے نذرانہء عقیدت پیش کئے ہیں' کررہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

کبھی ارضِ مکہ میں جب قریش فخر کا اظہار کرنا چاہتے تو جنابِ ابوطالب سلام اللہ علیہ کی آواز آتی:

إذا اجْتَمَعتْ یوماً قُریشٌ لِمفْخرٍ	فعبدُ مَنافٍ سِرُّھا وَ صَمِیمُھا
فإنْ حُصِلَتْ أشرافُ عبدِ مَنافِھا	فَفی ھاشِمٍ أَشْرافُھا وَ قدیمُھا
فإنْ فَخرتْ یوماً، فإنَّ محمّداً	ھوَ المُصطفی مَن سِرُّھا وَ کریمُھا
تَداعتْ قُریشٌ غَثُّھا وسَمینُھا	عَلَینا فلم تَظْفَرْ وَ طاشَتْ حُلومُھا
وَ کنّا قدیماً لا نُقِرُّ ظُلامَةً	إذا ما ثَنَوْا صُعْرَ الخُدودِ نُقیمُھا
وَ نَحمی حِماھا کلَّ یومِ کَریھةٍ	ونَضربُ عَنْ أحجارِھا مَن یَرومُھا
ھمُ السّادةُ الأعلَوْنَ فی کلِّ حالةٍ	لھمُ صِرمَةٌ لا یُستطاعُ قرومُھا
یَدینُ لھُمْ کلُّ البریّةِ طاعةً	وَ یُکرِمُھم مِلأرضِ عندِی أدیمُھا

توکبھی ارضِ مدینہ سے حضرتِ حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ عرض پرداز ہوتے:

شَقَّ لَهُ مِنِ إسمِهِ کَی یُجِلَّهُ
فَذو العَرشِ مَحمودٌ وَ ھَذا مُحَمَّدُ

نَبِیٌّ أَتَانَا بَعدَ یَأْسٍ وَفَترَۃٍ
مِنَ الرُسلِ وَ الأَوثَانِ فی الأَرضِ تُعبَدُ
فَأَمسی سِرَاجاً مُستَنِیراً وَ ھَادِیاً
یَلوحُ کَمَا لَاحَ الصَقیلُ المُھَنَّدُ
وَ أَنذَرَنَا نَاراً وَ بَشَّرَ جَنَّۃً
وَ عَلَّمَنَا الإِسلَامَ فَاللّٰہَ نَحمَدُ

کبھی شہرِ جام سے حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ کی سراپا عقیدت آواز آتی ہے ؎

وَ صَلَّی اللّٰہ عَلی نُورٍ کزو شد نورہا پیدا
زمیں از حُبِّ او ساکن فلک در عشقِ او شیدا
ازو در ہر تنے ذوقے وزو در ہر دلے شوقے
ازو در ہر زباں ذکرے وزو در ہر سرے سودا
دو چشمِ نرگسینش را کہ مَا زَاغَ البَصَر خوانند
دو زلفِ عنبرینش را کہ وَ اللَّیلِ اِذَا یَغشٰی
ز سرِّ سینہ اش جامی اَلَم نَشرَح لَکَ برخواں
زمعراجش چہ می پرسی کہ سُبحَانَ الَّذِیْ اَسرٰی

تو کبھی ارضِ کشمیر سے حضرت قدسی مشہدیؒ عرض کناں نظر آتے ہیں ؎

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی
نخلِ بستانِ مدینہ ز تو سر سبز مدام
زاں شدہ شہرہء آفاق بہ شیریں رطبی

نسبتِ خود بہ سگت کردم و بس منفعلم
زاں کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی
ماہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ ز حد می گذرد تشنہ لبی
چشمِ رحمت بکُشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلّبی

اِدھر والیٔ حیدر آباد آصفجاہِ سابع کی آواز آتی ہے۔

اے نطقِ اوّلیں ز ازل خطبہ خوانِ تو
در دوجہاں کسے نہ بود ھم عنانِ تو
اے باعثِ ظہورِ جہاں فخرِ کائینات
در دھر ھر چہ ھست ھمانا ز آنِ تو

تو اُدھر علامہ اقبالؔ عرض کرتے ہیں:

وہ دانائے سُبُل ختمِ رُسُل مولائے کُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسٓ وہی طٰہٰ

اس طرف امامِ اہلِ سنت مولانا احمد رضا خانؒ کی آواز آتی ہے ؎

واہ کیا جود و سخا ہے شہہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

تواِس طرف بیدمؔ وارثیؒ عرض کناں ہوتے ہیں:

بلائیں لوں تری اے جذبِ شوق صلِّ علیٰ
کہ آج دامنِ دل کھنچ رہا ہے سوئے رسول
پھر اُن کے نشۂ عرفاں کا پوچھنا کیا ہے
جو پی چکے ہیں ازل میں مئی سبوئے رسول
تلاشِ نقشِ کفِ پائے مصطفیٰ کی قسم
چنے ہیں آنکھوں سے ذرّاتِ خاکِ کوئے رسول

یہ نعمتِ رفعِ ذکر ہی تو ہے کہ جوکوئی خالقِ کائینات جل شانہ کا ذکر کرتا ہے وہ سرورِ کائینات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بھی ذاکر ہو جاتا ہے

نعمتِ رفعِ ذکر کیا کہئے
حق کے بعد اُن کا نام کیا کہنا

یا بقول اعلیٰ حضرت فاضل بریلی علیہ الرحمہ

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

کون ہے جس نے سرورِ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ بیکس پناہ میں نذرانۂ عقیدت پیش نہ کیا ہو' کون سا مقام ہے جہاں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وثنا نہ بیان کی گئی ہو۔ مداحانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں شاہ بھی ہیں گدا بھی۔ اہلِ ایمان بھی ہیں اور غیر مسلم بھی۔ کیا عرب اور کیا عجم۔ یہ گلہائے رنگارنگ دنیا کی ہر زبان میں ہر

خطہ ارضی سے پیش کئے گئے، کئے جارہے ہیں اور تا قیامِ قیامت کئے جاتے رہیں گے۔ نعتِ رسولِ مقبول ﷺ لکھنا، پڑھنا، سننا، سنانا سب قانونِ قدرت کے عین مطابق ہے اور یہ سب وابستگانِ دامنِ محمدی ﷺ کا سرمایہ ہے۔ میں نے بھی اپنی کم فہمی کے باوجود اس فہرستِ مداحانِ مصطفیٰ ﷺ میں خود کو شامل کرنے کی جسارت کی ہے اور میں اپنے ان نعتیہ اشعار کو اپنا ''سرمایہ حیات'' سمجھتا ہوں۔ میرا یہ ماننا ہے کہ یہ میرے والدِ محترم حضرت ابو الفضل سید محمود قادری علیہ الرحمہ کا فیضِ تربیت ہے جو میرے ان اشعار میں جھلکتا ہے۔ میں دست بدعا ہوں کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات پر فائز فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ علاوہ ازیں میرے بزرگوں نے میرا کلام سنا، سراہا اور اپنے بیش قیمت مشوروں سے نوازا۔ اصحابِ ذوق نے میری کاوشات کی قدر کی اور میری ہمت افزائی فرمائی۔ اہلِ علم اور اہلِ قلم حضرات نے میرے اس طرزِ سخن پر مضامین لکھے اور مجھے مزید لکھنے کا حوصلہ دیا۔ میری شریکِ حیات نے ان اشعار کو یکجا کرنے اور انہیں ایک مجموعہ کی شکل دینے کی جانب توجہ دلائی بلکہ اصرار کیا۔ میں دل کی گہرائیوں سے ان تمام کا شکر گذار ہوں اور امید کرتا ہوں کہ میری یہ کاوش قارئین کے معیار پر پوری اترے گی۔

سید وحید القادری عارفؔ

۱۲ نومبر ۲۰۱۳ء

جدہ۔ سعودی عرب

نذرانۂ عقیدت

پاس کچھ بھی تو نہیں آپ کی نسبت کے سوا
ہم بھلا جائیں کہاں اس درِ دولت کے سوا

کام کچھ اور نہ ہو آپ کی مدحت کے سوا
اور کیا چاہئے اس طور کی فرصت کے سوا

رہبری کون کرے ان کی محبت کے سوا
منزلِ عشق کہاں راہِ عقیدت کے سوا

عشق آقا کا میسّر جو نہیں کچھ بھی نہیں
زیست بے کیف ہے اس عشق کی لذّت کے سوا

جب سے وابستۂ دامانِ کرم ہیں ان کے
دور سب درد ہیں اک دردِ محبت کے سوا

خواہش دید کریں بھی تو کریں ہم کیوں کر
تابِ دیدار تو ہو ذوقِ بصارت کے سوا

ہیں گدا ان کے جو نسبت کا بھرم رکھتے ہیں
کیا کہیں اس کو فقط خوبیٔ قسمت کے سوا

ہو طلب جتنی یہاں اس سے سوا ملتا ہے
کون ہے ایسا سخی اُن کی سخاوت کے سوا

ہے غلامی کا شرف باعثِ عزّت عارفؔ
کچھ حقیقت نہیں اِس ایک حقیقت کے سوا

مدینۂ منورہ کی حاضری پر

پھر مقدر میں مدینہ کو جو جانا آیا
پھر نظر میں مری منظر وہ سہانا آیا

وہی وادی وہی کہسار وہی راہیں ہیں
وجد ہر گام پہ لازم تھا جو آنا آیا

سر میں دُھن روضۂ سرکار پہ جانے کی لئے
کیف میں، جوشِ عقیدت میں دوانہ آیا

اُن کی نسبت نے دیا مجھ کو سہارا ہر دم
بار ورنہ مجھے اپنا نہ اُٹھانا آیا

نسبتِ سرورِ عالم مرا سرمایہ ہے
شکر ہے زیست میں اتنا تو کمانا آیا

آپ میرے ہیں یہی میرے لئے کافی ہے
غم نہیں مجھ کو جو گردش میں زمانہ آیا

کرمِ شاہِ مدینہ کے تصدق عارفؔ
میری قسمت میں یہاں بارہا آنا آیا

طیبہ سے واپسی پر

آنے والے نے تو سب کچھ یہاں آنا جانا
بخشنے والے نے بخشش کا بہانہ جانا

رات طیبہ کی، سحر طیبہ کی، دن طیبہ کا
جب سے جانا اِسی منظر کو سہانا جانا

لوٹتے بھی ہیں جو طیبہ سے تو پھر آنے کو
رہے قائم یونہی تا عمر یہ آنا جانا

یہ کشش ہے درِ سرکار کی ہر پل ہر دم
میرے لب پر جو رہا کرتا ہے جانا جانا

عاصیوں کو ملی اس دامنِ رحمت میں پناہ
بے کسوں نے اسی چوکھٹ کو ٹھکانہ جانا

نہیں معلوم کہ کیا ہوش ہے کیا بے ہوشی
بے خودی ہے کہ خودی ہوش میں آنا جانا

اُن کی نسبت نے یہ پہچان بدل کر رکھ دی
اُن کے دیوانے کو دنیا نے سیانا جانا

زندگی بھر کی کمائی فقط اُن سے نسبت
ورنہ ہم نے تو فقط وقت گنوانا جانا

دور رہنے میں کہاں لطفِ حضوری عارفؔ
فیض اس در سے اگر ہے تمہیں پانا جانا

بس اتنا صلہ دینا.....

مجھ کو مری نسبت کا بس اتنا صلہ دینا
اک پردہ جو حائل ہے اس کو بھی اٹھا دینا

کچھ ایسا شرف مجھکو ائے میرے خدا دینا
محویتِ کامل کو اس اوج پہ لا دینا

جو ان کا ہوا اس کو پلکوں پہ بٹھا لینا
یوں تو مری رگ رگ میں ہے عشقِ نبی لیکن

عشقِ شہ طیبہ میں اک کیف کا عالم ہے
تم خلقِ مجسم ہو تم پیکرِ رحمت ہو

مانا کہ گناہوں سے دفتر ہے سیہ لیکن
سرکار نظر آئیں جب عرصہء محشر میں

گم گشتہء منزل ہوں قدموں میں جگہ دینا
دیدار کی خواہش ہے دیدار کرا دینا

ہستی کو مری انکی چوکھٹ پہ مٹا دینا
یاد ان کو کیا کرنا اور خود کو بھلا دینا

جو ان کا نہیں اس کو نظروں سے گرا دینا
یارب تو اس آتش کو کچھ اور ہوا دینا

بیخود ہوں مجھے میرا کچھ بھی نہ پتہ دینا
آسان نہیں ورنہ دشمن کو دعا دینا

وابستہء دامن ہوں بس اس کو نبھا دینا
ہر سمت درودوں کا اک حشر اٹھا دینا

جب بھی کبھی چھائی ہو پژمردہ فضا عارفؔ
سب جھوم اٹھیں ایسی اک نعت سنا دینا

کیا کہنا

پھر نعتِ نبی کرنے کو رقم اٹھتا ہے قلم کا کیا کہنا
پھر پھیلتے ہیں انوارِ قِدم، انوارِ قِدم کا کیا کہنا
چھوڑیں گے نہ یہ دامانِ کرم، دامانِ کرم کا کیا کہنا
ہے ہم کو اسی نسبت کی قسم، نسبت کی قسم کا کیا کہنا
چھایا ہے بھر سو ابرِ کرم، اس ابرِ کرم کا کیا کہنا
طیبہ ہے کہ ہے گلزارِ ارم، گلزارِ ارم کا کیا کہنا
مانا کہ سیہ کاروں میں ہیں ہم، مانا کہ گنہ گاروں میں ہیں ہم
رکھ لیں گے غلاموں کا وہ بھرم پھر اپنے بھرم کا کیا کہنا
دل جب بھی تڑپتا ہے اپنا نام انکا زباں پر آتا ہے
مٹ جاتے ہیں سارے رنج و الم ان رنج و الم کا کیا کہنا
عصیاں سے بھرے دفتر میں فقط بخشش کا یہی سرمایہ ہے
جو یاد میں آقا کی نم ہو اس دیدۂ نم کا کیا کہنا
طیبہ کی لگن ہے پھر دل میں پھر حسرت ہے پاس آنے کی
دوری نے کئے ہیں ہم پہ ستم اس دورِ ستم کا کیا کہنا
کیا رشد و ہدایت کیا ایماں کیا تقویٰ کیا ایثار و کرم
ہر شان ہے انکی شانِ اتم اس شانِ اتم کا کیا کہنا
تسکینِ دلِ مضطر کے لئے بس انکا تصور کافی ہے
یہ بھی تو ہے اک اندازِ کرم، اندازِ کرم کا کیا کہنا
پھر سوئے مدینہ اُٹھنے لگیں بے چین نگاہیں اے عارفؔ
پھر ہونے لگا احساسِ کرم احساسِ کرم کا کیا کہنا

کیا کہنا

شانِ شاہِ انام کیا کہنا
جگ ہے ان کا غلام کیا کہنا

کالی زلفیں نبی کی ہیں واللیل
رخ ہے ماہِ تمام کیا کہنا

نعمتِ رفعِ ذکر کیا کہئے
حق کے بعد اُن کا نام کیا کہنا

ہر زباں پر ہے تذکرہ اُن کا
صبح ہو یا کہ شام کیا کہنا

دوجہاں کے لئے ہیں رحمت آپ
یعنی رحمت ہے عام کیا کہنا

ہر جگہ آج اُنہی کا کلمہ ہے
روم ہو یا کہ شام کیا کہنا

اُمتی کا بھی اُن کے کرتے ہیں
دل سے سب احترام کیا کہنا

سنگ دل موم ہو گئے سن کر
مصطفیٰ کا کلام کیا کہنا

پہلے دشمن جو سمجھے جاتے تھے
ہیں وہی اب غلام کیا کہنا

جس نے مشکل میں اُن کا نام لیا
بن گیا اُس کا کام کیا کہنا

دوجہاں اُن کے زیرِ فرماں ہیں
ہے یہ قدرت کا کام کیا کہنا

مصطفیٰ کی جگہ دلوں میں ہے
عرش پر یا مقام کیا کہنا

لبِ حق پر بھی دیکھئے عارفؔ
ہے درود و سلام کیا کہنا

کاش.....

وقت ایسا بھی مری عمر میں آیا ہوتا
خلد کا لطف مدینہ میں اٹھایا ہوتا

خواب ہی میں رخِ پُرنور دکھایا ہوتا
میرے خوابیدہ مقدر کو جگایا ہوتا

ان کا دربارِ گہر بار دکھایا ہوتا
حال پر میرے کرم اتنا خدایا ہوتا

آنکھ سے اشکِ ندامت جو بہایا ہوتا
حق کا دریائے کرم جوش میں آیا ہوتا

یوں تصور ترا نظروں میں سمایا ہوتا
چار سو تیرا ہی جلوہ نظر آیا ہوتا

سایہ افگن جو ہوئی حشر میں ہم پر رحمت
بول اٹھے غیر بھی کاش ہم پہ یہ سایہ ہوتا

نعت کہتا ہوں تو رہتی ہے یہ حسرت مجھ کو
کاش یہ نعت مدینہ میں سنایا ہوتا

نور ہی نور ہیں سرکارِ مدینہ عارفؔ
صرف ہوتے جو بشر آپ کا سایہ ہوتا

سرکار کرم کرنا

کب تک یہ رہے ہم پر دنیا کا ستم کرنا
سرکار کرم کرنا سرکار کرم کرنا

رحمت کی نظر ہوگی ایقان یہ محکم ہے
ہیں آپ سے وابستہ آتا نہیں غم کرنا

ہر دور میں جاری تھا ہر عہد میں جاری ہے
آقا کا غلاموں پر ہر وقت کرم کرنا

دیدار کے پیاسوں کو دیدار کی حسرت ہے
بس اتنی نوازش اب اے بحرِ کرم کرنا

اشکوں پہ مرے عارفؔ وہ مائلِ رحمت ہیں
ایسا ہی رہے دائم دامن مرا نم کرنا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

خاتمِ جملہ رسولاں ہیں آپ
سر بسر رحمتِ یزداں ہیں آپ
من راٰنی سے سمجھ میں آیا
پوچھئے بات اگر ایماں کی
اسلئے حکمِ اطیعوا آیا
آپ کی آرزو سب کیوں نہ کریں
ہر گلستاں کی بہار آپ سے ہے
چارہ گر سے نہ مسیحا سے غرض

سب ستارے مہِ تاباں ہیں آپ
فضل ہیں، لطف ہیں، احساں ہیں آپ
مظہرِ کاملِ یزداں ہیں آپ
اصل میں حاصلِ ایماں ہیں آپ
سب ہیں محکوم سلیماں ہیں آپ
کہ رسولوں کے بھی ارماں ہیں آپ
فصلِ گل، جانِ بہاراں ہیں آپ
میرے ہر درد کا درماں ہیں آپ

کوئی اندیشہ نہیں عارفؔ کو
کہ بہر حال نگہباں ہیں آپ

اُلفتِ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

"زلف بکھری جو اُن کے شانے پر"
رونق ہستی زینتِ دنیا
اُن کی الفت ہی کام آتی ہے
اُن سے نسبت ہے اُن سے نسبت ہے
کھل گئے راز سربلندی کے
آگے اب آپ فیصلہ کیجے
ہیں عیاں اُن پہ دل کی باتیں بھی
کیا کہیں کتنا لطف ملتا ہے

رحمتیں چھا گئیں زمانے پر
منحصر سب تھے اُن کے آنے پر
جان جائیں گے جاں سے جانے پر
ایک عنواں ہے ہر فسانے پر
آپ کے در پہ سر جھکانے پر
آ گئے ہم تو آستانے پر
نہیں موقوف کچھ سنانے پر
دور جا جا کے پاس آنے پر

زندگی زندگی ہوئی عارفؔ
اُن کے ہونے پر اُن کو پانے پر

بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جمالِ دلربا اپنا دکھا کر
گئے وہ سب کو دیوانہ بنا کر

تصور یار کر دل میں جما کر
اسے ہم دیکھتے ہیں سر جھکا کر

مرے آقا مجھے اپنا بنا کر
نہ جائیں گے کبھی دامن چھڑا کر

یہ وہ در ہے جہاں فرطِ ادب سے
فرشتے بھی کھڑے ہیں سر جھکا کر

عقیدت ہے مجھے اس آستاں سے
کہ پایا ہے خدا کو اس کو پا کر

یہاں بٹتی ہے نعمت دو جہاں کی
جسے چاہیں وہ دے دیں ہاتھ اٹھا کر

ہماری ان سے نسبت کام آئی
رہے ہر معرکہ میں فتح پا کر

تمنا ہے کہ یہ جھونکے ہوا کے
مدینہ لے چلیں مجھ کو اڑا کر

بناتے ہیں وہاں سب جا کے قسمت
مقدر میں بھی دیکھوں آزما کر

بہت کافی ہے اُن کا دیکھ لینا
ستم دیدہ کی جانب مسکرا کر

سکونِ قلب مل جائے گا عارفؔ
کسی کے سایۂ رحمت میں آ کر

دوری

جس دن سے ہوگئے ہیں تری رہگذر سے دور
لگتا ہے جیسے ہوگئے اپنے ہی گھر سے دور

اک عندلیبِ طیبہ ہوں اور اُس نگر سے دور
کس طرح ہونگے اشک مری چشمِ تر سے دور

نظریں ہیں پھر بھی ذوقِ نظارہ نہیں رہا
روضہ کا انکے جب سے ہے منظر نظر سے دور

سجدوں کی خواہشیں نہ عبادت کے ہیں مزے
چوکھٹ اس آستاں کی ہوئی جب سے سر سے دور

خوش قسمتی سے دیکھ لی طیبہ کی سرزمیں
بد قسمتی سے ہوگئے پھر اس شہر سے دور

تسکینِ قلب ذوقِ تصور سے ہوگئی
دل سے تو ہیں قریب اگر ہیں نظر سے دور

عارفؔ فراقِ طیبہ میں آنسو نکل پڑے
دل مضطرب ہے ایسے محمد کے در سے دور

حرمِ نبوی ﷺ میں عید کے موقع پر

آج عید ہوتی ہے جیسے شہہِ ابرار کے پاس
رحمتیں ہیں کہ برستی ہی چلی جاتی ہیں
ہے یہ فیضِ اثرِ نقشِ کفِ پائے نبی
ثروتِ دین بھی ہے نعمتِ دنیا بھی ہے
دولتِ عشقِ نبی دل میں لئے آتا ہے
جس پہ ہوجاتی ہے آقا کی عنایت کی نظر
جسے چاہیں اُسے پروانۂ قربت دے دیں
موت سرکار کے قدموں میں مجھے آجائے

حشر بھی کاش ہو میرا مرے سرکار کے پاس
بارشِ لطف ہے اس مطلعِ انوار کے پاس
رونقِ طیبہ ہے یوں ہر در و دیوار کے پاس
کون سی شئی نہیں کونین کے سردار کے پاس
پئے بخشش یہی سرمایہ ہے نادار کے پاس
چل کے آتی ہے شفا خود اسی بیمار کے پاس
اختیار اس کا بھی ہے احمدِ مختار کے پاس
یہ بھی خواہش ہے چھپی خواہشِ دیدار کے پاس

اپنی قسمت پہ مجھے رشک نہ ہو کیوں عارفؔ
آج میں بیٹھا ہوں سرکار کے دربار کے پاس

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

ان کے در پر قلب نے ایسی جلا پائی کہ بس
صاف ہے یوں اس میں عکسِ حسنِ زیبائی کہ بس

ہیں وہی نبیوں میں افضل ہیں وہی خیر بشر
خلعتِ عظمت انہیں حق نے وہ پہنائی کہ بس

وہ تنِ بے سایہ ہیں وہ صاحبِ خُلقِ عظیم
ہر فضیلت ذات میں اُن کی اُتر آئی کہ بس

آپ کی رِفعت کے قائل آپکے دشمن بھی ہیں
آپ نے رِفعت کی وہ تفسیر فرمائی کہ بس

اُن کا دامن کیا ملا اسرارِ ہستی کھل گئے
آدمی کی یوں ہوئی خود سے شناسائی کہ بس

ظلمتِ باطل کے بدلے نورِ ایمانی ملا
عبد نے خالق کی جانب راہ وہ پائی کہ بس

رحمۃ للعالمیں کا ذکر جب ہونے لگا
چار سو وہ کھل کے رحمت کی گھٹا چھائی کہ بس

مجھ سا اک عاصی پہنچ جائے درِ سرکار پر
میری قسمت لے رہی ہے ایسی انگڑائی کہ بس

ہے کرم اُن کا کہ ہم آتے رہے جاتے رہے
راہِ طیبہ میں ہوئی وہ جادہ پیمائی کہ بس

میں بھلا کیا نعت اُن کی کر سکوں عارفؔ رقم
حق نے خود قرآں میں اُن کی نعت فرمائی کہ بس

مرکزِ جودوعطا

مرکزِ جود و عطا سے وہ عطا پائی کہ بس
کہہ رہا ہے خود تمنا سے تمنّائی کہ بس

مبتلائے وحشتِ خود اختیار ہم بھی تو تھے
اُن کی رحمت اُن کے در تک کھینچ کر لائی کہ بس

اک مسلسل لذّت و کیف و سرورِ دید ہے
اُن کے روضہ کی جھلک جس روز سے پائی کہ بس

اب کوئی منظر نگاہوں میں مری جچتا نہیں
آنکھ سے تصویر یہ دل میں اُتر آئی کہ بس

آستانِ مصطفیٰ پر سر جھکانا شرط تھا
ہر بُلندی اس طرح قسمت میں در آئی کہ بس

حالِ دل کہنے چلے تھے بارگاہِ پاک میں
کُھل نہیں پائی زباں اور آنکھ بھر آئی کہ بس

چل پڑے جب راہ پر اُن کی تو عارف کیا کہیں
ہر مصیبت راہ سے کچھ ایسے کترائی کہ بس

نسبتِ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم

یاد میں آقا کی ہے کچھ ایسی زیبائی کہ بس
میری تنہائی میں ہے وہ بزم آرائی کہ بس

یوں تصور میں مرے میری قضا آئی کہ بس
ان کے سنگِ در پہ وہ لطفِ جبیں سائی کہ بس

ورنہ جانے کس طرف لے جاتی یہ دنیا مجھے
ان کی نسبت ان کے در پر اس طرح لائی کہ بس

ساری دنیا چھوڑ کر جو ان کے شیدا ہوگئے
ساری دنیا ہوگئی خود ان کی شیدائی کہ بس

گیسوئے آقا خیالوں میں مرے آئے ہی تھے
روح کی گہرائیوں تک وہ مہک چھائی کہ بس

بہرِ مدفن خاکِ طیبہ مل ہی جائیگی ہمیں
ان کی گلیوں کی بیاں کرتے ہیں رعنائی کہ بس

باعثِ بخشش بنے گی یہ مرے میزان میں
رنگ وہ لائے گی میری خامہ فرسائی کہ بس

دیکھ کر قدسی بھی عارفؔ رشک سے کہنے لگیں
اس نے ایسی نعت گوئی کی جزا پائی کہ بس

دربارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے مسکن شہِ دوسرا کا جہاں — خدا کی برستی ہے رحمت وہاں

ہے دیدِ درِ شاہ کی آرزو — لئے چل مدینہ مجھے ساربان

جہاں میں بجز آستانِ نبی — غریبوں کا اور آسرا ہے کہاں

فلک والے ہوں یا کہ اہلِ زمیں — جھکاتے ہیں سر اپنا سارے یہاں

خدا جب ہے شیدائے حسنِ نبی — تصدق نہ کیوں جائیں دونوں جہاں

مجھے عرض کرنے کی حاجت نہیں — عیاں ہے مرا ان پہ دردِ نہاں

شہِ دوسرا کی مدد کے لئے — نہ قیدِ زماں ہے نہ شرطِ مکاں

نہیں لگتی کچھ دیر امداد میں — مگر شرط ہے دل سے آہ و فغاں

رہے دل میں ہر لمحہ یادِ نبی — تو ذکرِ پیمبر ہو وردِ زباں

زباں میری مدحت کے قابل نہیں
میں عارفؔ کہاں شاہِ خوباں کہاں

لے کے آیا ہوں

فرشتو میں شہ طیبہ کی نسبت لے کے آیا ہوں
تہی داماں نہ سمجھو میں یہ دولت لے کے آیا ہوں

سرور و کیف و مستی کی وہ حالت لے کے آیا ہوں
رگ و پے میں سمائی انکی الفت لے کے آیا ہوں

ستائے گا مجھے اندیشۂ روزِ قیامت کیا
درِ آقا سے میثاقِ شفاعت لے کے آیا ہوں

ٹھہر سکتی نہیں میرے مقابل قوتِ باطل
وفورِ عشقِ سرور کی وہ طاقت لے کے آیا ہوں

خدا کا شکر مجھ کو انکی امت میں کیا پیدا
جو ہو رشکِ ملائک میں وہ قسمت لے کے آیا ہوں

کرم کی اک نظر مجھ پر مرے سرکار ہو جائے
کہ میں دل میں مئے کوثر کی چاہت لے کے آیا ہوں

چلا تھا گھر سے دل پر بارِ عصیاں لے کے میں عارفؔ
مدینہ سے مگر رحمت ہی رحمت لے کے آیا ہوں

اور میں ہوں

یہی اک رہ نما ہے اور میں ہوں
کسی کا نقشِ پا ہے اور میں ہوں

مری کشتی سلامت جا رہی ہے
کہ میرا ناخدا ہے اور میں ہوں

رسائی ہے مری اس آستاں تک
مرا بختِ رسا ہے اور میں ہوں

جبیں جھک کے نازاں ہو رہی ہے
در خیر الوریٰ ہے اور میں ہوں

عطاؤں پر عطائیں ہو رہی ہیں
"دلِ بے مدّعا ہے اور میں ہوں"

وہی چوکھٹ پہ اُن کی بیٹھنا ہے
وہی شوقِ لقا ہے اور میں ہوں

عجب کچھ بے خودی طاری ہے مجھ پر
نہیں ہے کوئی یا ہے اور میں ہوں

بڑی محکم ہے نسبت اُن کے در سے
مرا عہدِ وفا ہے اور میں ہوں

مری تنہائی یوں گویا ہے مجھ سے
مرے دل کی صدا ہے اور میں ہوں

نہیں کچھ فکرِ دنیا خوفِ عقبیٰ
کہ اُن کا آسرا ہے اور میں ہوں

نہ کیوں اتراؤں میں قسمت پہ عارفؔ
کہ اُن کا در ملا ہے اور میں ہوں

میں بھی ہوں

غلامِ درگہہِ والا مرے سرکار میں بھی ہوں
نظر میری طرف بھی طالبِ دیدار میں بھی ہوں

قدم یوں مجھ سے عاصی کے پڑیں ارضِ مدینہ پر
کرم ہے آپ کا جو حاضرِ دربار میں بھی ہوں

شفائے قلب پاتے ہیں یہاں آ کر جہاں والے
مسیحائی مری فرمائیے بیمار میں بھی ہوں

یہاں پاسِ شریعت مانعِ اظہار ہے ورنہ
شکستہ دل لئے بے کل پئے اظہار میں بھی ہوں

یہ جانا نفس میرا خود ہی دشمن ہے مرا جب سے
حقیقت یہ ہے اپنے آپ سے بیزار میں بھی ہوں

مرادیں اپنی پاتے ہیں جہاں پر اصفیا سارے
وہیں شرمندہ شرمندہ پسِ دیوار میں بھی ہوں

مری قسمت مجھے اس منبعِ انوار پر لائی
ز سر تا پا غریقِ بارشِ انوار میں بھی ہوں

یہی در نقطۂ ثقلِ مدارِ دین و دنیا ہے
اسی مرکز پہ دوراں صورتِ پرکار میں بھی ہوں

رسائی ان کے در پر باعثِ صد فخر ہے عارفؔ
مقدر مجھ سے کہتا ہے مرا بیدار میں بھی ہوں

میلاد مصطفیٰ ﷺ

ممکن نہیں ہو اس سے سوا کچھ خوشی ہمیں
"میلادِ مصطفیٰ سے ملی زندگی ہمیں"

حیرت سے دیکھتے ہیں خرد مند بھی ہمیں
پہنچائی کس مقام پہ دیوانگی ہمیں

تھی مضطرب نگاہ تو بے چین قلب تھا
لے آئی اُن کے در پہ یہی بے کلی ہمیں

اُٹھتی نہیں اُٹھائے جبیں در سے آپ کے
دیتی ہے لطف ایسا یہاں بندگی ہمیں

ہم در پہ اُن کے خود نہیں جاتے ہیں بار بار
لے جاتی ہے حضور سے وابستگی ہمیں

اُن کی گلی سے دور رہیں بھی تو کس طرح
اپنی سی لگ رہی ہے اب اُن کی گلی ہمیں

نسبت میں اُن کی ایک مسلسل حیات ہے
ہر روز مل رہی ہے نئی آگہی ہمیں

رحمت ہیں دو جہاں کے لئے وہ کریم ہیں
مایوس ہونے دیں گے نہ آقا کبھی ہمیں

دنیا میں شادمان ہیں عقبیٰ میں کامران
وہ جب ہمارے ہو گئے پھر کیا کمی ہمیں

کرتے ہیں نعت اُن کی رقم اس یقین پر
جنت میں لے کے جائے گی مدحِ نبی ہمیں

ہم روسیاہ کیسے چلیں پُل صراط پر
اب پار گر کریں تو کریں گے وہی ہمیں

قسمت پہ اپنی ناز ہے ہم کو اسی لئے
دیوانے اُن کے کہتے ہیں عارفؔ سبھی ہمیں

سرکار بلاتے ہیں

کہتا ہے یہ دل ہر پل سرکار بلاتے ہیں
چل سوئے مدینہ چل سرکار بلاتے ہیں

بے چین نگاہوں سے ہر آج یہ کہتا ہے
بے چین نہ ہونا کل سرکار بلاتے ہیں

مخمور فضائیں ہیں رحمت کی گھٹائیں ہیں
کہتے ہیں گھنے بادل سرکار بلاتے ہیں

ہر وقت تصور میں طیبہ کے نظارے ہیں
ہوتا ہے گماں پل پل سرکار بلاتے ہیں

رکھتے ہیں خبر ہردم وہ اپنے غلاموں کی
ہم ہوتے ہیں جب بیکل سرکار بلاتے ہیں

جانا درِ آقا پر ہر زخم کا مرہم ہے
دل ہوتا ہے جب گھائل سرکار بلاتے ہیں

وہ بحرِ سخاوت ہیں وہ چشمہء رحمت ہیں
بھرنے کو تہی چھاگل سرکار بلاتے ہیں

خاکِ درِ طیبہ کی خواہش ہے تو چل، چل کر
پیشانی پہ اپنی مل سرکار بلاتے ہیں

احساسِ طرب بھی ہے پر پاسِ ادب بھی ہے
جذبات میں ہے ہلچل سرکار بلاتے ہیں

دل فرطِ مسرت سے قابو میں نہیں آتا
ہو جائیں نہ ہم پاگل سرکار بلاتے ہیں

ہیں حاضرِ در عارفؔ یہ اُن کی عنایت ہے
اپنے میں نہیں کچھ بل سرکار بلاتے ہیں

دیکھتے ہیں

جہاں ان کا نقشِ قدم دیکھتے ہیں
وہاں سر زمانے کا خم دیکھتے ہیں

نہ منصب نہ جاہ و حشم دیکھتے ہیں
نبی کی نگاہِ کرم دیکھتے ہیں

رضائے نبی سے فقط ہے تعلق
خوشی دیکھتے ہیں نہ غم دیکھتے ہیں

نبی کے کرم کے جو قائل نہیں ہیں
زمانے کے جور و ستم دیکھتے ہیں

نبی کا ہے فیضان ہر وقت جاری
اثر جس کا ہم دمبدم دیکھتے ہیں

تصور میں ابروئے حضرت کے عارفؔ
ہم ہر روز طاقِ حرم دیکھتے ہیں

ولائے ساقیٔ کوثر

نبی کے عشق کی خوشبو سے جن کے دل مہکتے ہیں
مقدر ان کے مہر و ماہ کی صورت چمکتے ہیں

کروں کیا شرحِ فیضانِ ولائے ساقیٔ کوثر
دلوں کے بادۂ الفت سے پیمانے چھلکتے ہیں

درِ شہوار سے بھی ہیں وہ بڑھ کر قدر و قیمت میں
جو قطرے آنسوؤں کے میری آنکھوں سے ٹپکتے ہیں

بجھے ہیں اور نہ بجھ سکتے ہیں شعلے عشقِ احمد کے
مخالف ہو ہوا تو اور شدت سے بھڑکتے ہیں

ہے ایسا دبدبہ دربارِ سردارِ دوعالم کا
شہنشاہوں کے دل بھی جس سے سینوں میں دھڑکتے ہیں

جو اس ماوائے کل سے اپنا رشتہ توڑ بیٹھے ہیں
ہجومِ نامرادی میں وہ سر اپنا پٹکتے ہیں

علاجِ چشمِ حاسد کیا کسی سے ہو بھی سکتا ہے
ہیں جو گل وہ بھی کانٹوں کی طرح اس میں کھٹکتے ہیں

نہ جانے حق کے آگے لوگ میدانِ قیامت میں
نبی کی صورتِ انور کو کیوں رہ رہ کے تکتے ہیں

نبی سے جنکی سرتابی میں گذری زندگی ساری
جزا میں اسکی دوزخ میں وہ سر کے بل لٹکتے ہیں

محبت میں بسے عارفؔ جو اس جانِ تمنا کی
وہ کچھ اس طرح مہکے ان کے مرقد بھی مہکتے ہیں

ساقیٔ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم

وحدت کی مئی جو عام کی ساقی نے کائنات میں
ہلچل سی جیسے مچ گئی میکدہء حیات میں
آنے لگی نظر کوئی خوبی کسی کی ذات میں
یا کوئی انقلاب ہے برپا تخیلات میں
ذات کی جب جھلک ملی آئینہء صفات میں
گم ہوگئی نظر مری گویا تجلیات میں
خُلقِ عظیم، پیکرِ ہستی، عرب کی سرزمیں
طلعتِ شمس ہوگئی جیسے سیاہ رات میں
دریائے لطف یوں بہا باقی رہی نہ تشنگی
کھلتے گئے جو راز تھے سربستہ بات بات میں
ثبت ہوگیا ہر اک عمل صفحہء کائنات پر
مشعلِ راہ مل گئی امت کو مشکلات میں
وابستگانِ دامنِ احمد پہ نور چھا گیا
گم ہوگئے الجھ گئے دشمن توہمات میں
الفت بشکلِ طاعتِ کامل صواب ہی نہیں
سرمایہءحیات ہے دنیائے بے ثبات میں
عارف رہِ وفا میں جاں جاتی ہے جسم سے مرے
گویا حیاتِ سرمدی ہے پردہء وفات میں

سمجھا تھا میں ...

ناسمجھ سمجھیں گے کیا دل کی زباں سمجھا تھا میں
سب پہ لیکن تھا عیاں جسکو نہاں سمجھا تھا میں

بالیقیں سمجھا تھا بے ریب وگماں سمجھا تھا میں
اُن کے در کو فیض بخشِ دوجہاں سمجھا تھا میں

منزلِ قوسین حدِ لامکاں سمجھا تھا میں
وہ تھے اس سے ماورا انکو جہاں سمجھا تھا میں

کھل گئے اسرارِ سربستہ سب انکی ذات سے
ان سے پہلے اپنی ہستی کو کہاں سمجھا تھا میں

دردِ فرقت میں تصور انکا لذت بخش ہے
مہرباں نکلا جسے نامہرباں سمجھا تھا میں

بارشِ الطاف میں گویا نہا آیا ہوں میں
انکا دامن تھا کہ جس کو آسماں سمجھا تھا میں

روضہء جنت بھی کھنچ کر آگئی دربار میں
کیا غلط تھا انکے در کو گر جناں سمجھا تھا میں

بے نشانی کیوں نہ پھر بن جاتی خود میرا نشاں
بے نشانی کو ہی جب اپنا نشاں سمجھا تھا میں

اُن کے در پر وہ بھی بے قابو ہوا جاتا رہا
عارفؔ اپنے دل کو اپنا رازداں سمجھا تھا میں

سرکار تو ہیں

میرے دل میں شہہ دیں سیدِ ابرار تو ہیں
کوئی اب ہو نہ ہو میرا مرے سرکار تو ہیں

میں سیہ کار، خطا کار، گنہگار سہی
شافعِ روزِ قیامت مرے سرکار تو ہیں

دور ہوں آپ کے قدموں سے یہ سچ ہے آقا
میری حالت سے مگر آپ خبردار تو ہیں

لاکھ بے بس سہی بے کس سہی مجبور سہی
کچھ سہی میں مگر آقا مرے مختار تو ہیں

ہوں شہنشاہِ زمانہ بھی تو ہوں گے لیکن
آپ کی چشمِ عنایت کے طلب گار تو ہیں

راستہ سخت ہے اور دور ہے منزل لیکن
آپ اس قافلہ سالار تو ہیں

میں برا ہوں مگر اس در پہ رسائی ہے مری
سوچتا ہوں مری بخشش کے بھی آثار تو ہیں

میں ہوں وابستۂ دامانِ محمد ﷺ عارفؔ
کوئی ہو جائے خفا وہ مرے غمخوار تو ہیں

آتے ہیں

در پہ ہم آپ کے بادیدۂ نم آتے ہیں
کچھ کرم کیجئے محرومِ کرم آتے ہیں

لوٹتے دیکھتے ہیں اوروں کو خوشیاں ساری
اپنے حصے میں جو آتے ہیں تو غم آتے ہیں

کیجئے نظرِ عنایت کہ ہماری جانب
جوق در جوق زمانے کے ستم آتے ہیں

یاد آقا کی مداوائے الم ہے مجھ کو
وہ تصور میں بھی مائل بہ کرم آتے ہیں

ہاتھ میں دامنِ سرکار لئے اے عارفؔ
دیکھنا حشر میں کس شان سے ہم آتے ہیں

عریضہ

قریب تو ہیں مگر آپ کے قریں تو نہیں
عرب ہے پھر بھی یہ طیبہ کی سرزمیں تو نہیں

جو دور آپ سے ہیں یہ گماں گذرتا ہے
ہر ایک لحظہ یہ ہنگامِ واپسیں تو نہیں

جو میرے دل میں نظر آئی گنبدِ خضریٰ
ہوا خیال مدینہ کہیں یہیں تو نہیں

درِ نبی کا تصور مری جبیں کا خیال
اب ایسا ہے کہ جو در ہے مری جبیں تو نہیں

یہ اولین نظر کا ہے اولین خیال
جہاں میں اس سے کوئی اور جا حسیں تو نہیں

فضا وہاں کی کچھ ایسی ہے سارے سوچ میں ہیں
جو خلد ہے پسِ درگاہِ شاہِ دیں تو نہیں

میں کچھ رہوں نہ رہوں مجھ کو ناز ہے اس پر
غلامِ سرورِ عالم ہوں کمتریں تو نہیں

ہے لا مکاں میں بھی جس کے نام کا چرچہ
تمہارے دل میں بھی عارفؔ وہی مکیں تو نہیں

مجھ کو

کوئی سمجھے نہ کبھی بے سر و ساماں مجھ کو
حاصلِ زیست ہے یہ فضل یہ احساں مجھ کو

دولتِ حسنِ عقیدت جو میسّر ہے مجھے
خوش نصیبی سے ملا ہے درِ جاناں مجھ کو

میں تو ان کا ہوں غلامی میں رہوں گا ہر دم
کر دیا ان کی غلامی نے مسلماں مجھ کو

فخر نسبت پہ مری جتنا کروں میں کم ہے
لطف دیتا ہے مرا جذبہء ایماں مجھ کو

میں خطا کار سہی ان سے ہے میری نسبت
کاش فرمادیں ''مرا'' سرورِ دوراں مجھ کو

معرفت رب کی ملے گی تو انہی کے در سے
کر دیا اس نے یہیں خلد بداماں مجھ کو

آپ کے در سے کبھی دور نہیں رہ سکتا
نہیں ہونے نہیں دیں گے وہ پشیماں مجھ کو

ان کے دیدار کی خواہش میں مرا جاتا ہوں
ورنہ خود اپنا میسر نہیں عرفاں مجھ کو

کھینچتی ہے کششِ شہرِ نگاراں مجھ کو
اب تو جینے نہیں دیتا مرا ارماں مجھ کو

قطرہء اشکِ ندامت سرِ مژگاں عارفؔ
جیسے بخشش کا لگے ہے مری امکاں مجھ کو

سامانِ تسکین

کردیا رب نے محمد کا ثناخواں مجھ کو
مل گیا روح کی تسکین کا ساماں مجھ کو

کبھی رحمت کبھی یٰسٓ کبھی طٰہٰ کہہ کر
سبقِ نعتِ نبی دیتا ہے قرآں مجھ کو

خیرِ امّت کہا خالق نے عطا فرما کر
دامنِ رحمتِ سرتاجِ رسولاں مجھ کو

شکر للہ کہ تقدیر سے ہاتھ آئی ہے
نسبتِ سرورِ عالم شہہِ ذیشاں مجھ کو

میں کہ اک ذرہء احقر سے بھی کمتر ہوں مگر
وہ جو چاہیں تو کریں لعلِ بدخشاں مجھ کو

خاک رہ جائے مری خاکِ مدینہ ہوکر
ہے یہی ایک علاجِ غمِ ہجراں مجھ کو

شافعِ حشر مرے حال پہ بھی نظرِ کرم
چین دیتا نہیں اندیشہء عصیاں مجھ کو

خوف کیا آپ اگر پشت پناہی پر ہیں
نہیں مشکل کہ جو لگتی نہیں آساں مجھ کو

مجھ پہ آقا کی عنایت کی کوئی حد ہی نہیں
دور رہنے نہیں دیتے مرے سلطاں مجھ کو

مری قسمت میں لکھی حق نے حضوری عارفؔ
در سے آقا کے ملی لذّتِ ایماں مجھ کو

اچھا ہو

تصور میں نبی کے ایسے کھو جاؤں تو اچھا ہو
میں اپنے آپ سے بیگانہ ہو جاؤں تو اچھا ہو

مصائب، کشمکش، افکار خود ہی دور ہو جائیں
میں ان کے در پہ سر رکھ کر جو سو جاؤں تو اچھا ہو

مجھے وہ کاش اپنے در کی دربانی عطا کردیں
میں اپنے داغِ عصیاں ایسے دھو جاؤں تو اچھا ہو

جو نسبت میں اثر ہوگا کشش پھر خود بخود ہوگی
مجھے وہ یاد جب فرمائیں میں جاؤں تو اچھا ہو

پوچھتے کیا ہو

نبی کی شان ہے کیا شان پوچھتے کیا ہو
خدا ہے جس کا ثنا خوان پوچھتے کیا ہو

کسی سے پوچھا گیا تھا کہ آپ کیسے تھے
کہا کہ دیکھ لو قرآن پوچھتے کیا ہو

نبی کی ذات کا عرفاں کسی سے ہو نہ سکا
ہیں سارے سر بہ گریبان پوچھتے کیا ہو

ہیں یہ وہ محسنِ اعظم کہ ساری دنیا پر
ہیں بے شمار ہی احسان پوچھتے کیا ہو

عجیب معجزہ خُلقِ عظیم کا دیکھا
درندے بن گئے انسان پوچھتے کیا ہو

خدائی طابعِ فرمان کیوں نہ ہو ان کے
گدا ہیں ان کے سلیمان پوچھتے کیا ہو

خبر سب ان کی ہے عارفؔ شہ مدینہ کو
"دلِ شکستہ کے ارمان پوچھتے کیا ہو"

تم ہو

محمد مصطفیٰ چشم و چراغِ انبیا تم ہو
شہ کون و مکاں تم ہو حبیبِ کبریا تم ہو

تمہاری ذات سے وابستہ زیب و زینتِ عالم
بہارِ دوجہاں تم رونقِ ارض و سما تم ہو

تمہی سے دوجہاں میں روشنی پھیلی ہدایت کی
خدا نے خود کہا شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ تم ہو

شفیع المذنبیں تم رحمۃً للعالمیں تم ہو
غریبوں کا سہارا بیکسوں کا آسرا تم ہو

ہے عارفؔ بھی تمہاری چشمِ لطف و فضل کا خواہاں
کرو آسان اس کی مشکلیں مشکل کشا تم ہو

دیکھو

اُنہی کا نور پھیلا ہے جدھر دیکھو جہاں دیکھو
اِدھر دیکھو اُدھر دیکھو یہاں دیکھو وہاں دیکھو

غلاموں کی رسائی تا بہ بزمِ قدسیاں دیکھو
کہاں سے اُن کی نسبت نے ہے پہنچایا کہاں دیکھو

اثر ہے دامنِ سرکار سے وابستہ ہونے کا
عیاں ہونے لگے کس طرح اسرارِ نہاں دیکھو

جوابِ ہر سوالِ ماضی و فردا ملا اُن سے
گماں تک بھی نہیں ایسے مٹے وہم و گماں دیکھو

بہر سو بارشِ انوارِ رحمت ہے مدینے میں
یہ ہے دربار آقا کا کہ جنت کا نشاں دیکھو

ہم اپنی تنگ دامانی سے عاجز ہو گئے ورنہ
ہے لطف و جود و رحمت کا یہاں دریا رواں دیکھو

گنہ گار اُن کے در پر جائیں یہ حکمِ اِلٰہی ہے
وہ راضی ہوں تو پھر ہوتا ہے حکمِ کُن فکاں دیکھو

کسی صورت کسک اس درد کی کم ہو نہیں پاتی
علاجِ درد سے بڑھتا ہے کیوں دردِ نہاں دیکھو

گدائے در پریشاں حال محشر میں رہے کیوں کر
انیسِ بے کساں دیکھو شفیعِ عاصیاں دیکھو

کرم سے اُن کے اُن کی نعت ہوتی ہے رقم عارفؔ
مری بے مائگی دیکھو مرا طرزِ بیاں دیکھو

یادگارِ مدینہ

(مدینہ منورہ میں پہلی حاضری پر)

اگر ہو آپ کا دامان سر پر یا رسول اللہ
قمر ہو جائیگا خورشیدِ محشر یا رسول اللہ

کشش رکھتا ہے ایسی آپ کا در یا رسول اللہ
نہیں اٹھتا اٹھائے سے مرا سر یا رسول اللہ

نظر آتا ہے جب روضہ کا منظر یا رسول اللہ
رکا جاتا ہے اشکوں کا سمندر یا رسول اللہ

تسلی سی یہاں ملتی ہے آکر قلبِ مضطر کو
نگاہوں کو ہے یہ فردوس منظر یا رسول اللہ

مدینہ ہی تصور کی مرے منزل نظر آیا
نہیں اس سے نہیں کچھ اور بہتر یا رسول اللہ

خدا کے واسطے چوکھٹ سے اب نہ دور فرمائیں
مرا سر ہو گیا ہے اس کا خوگر یا رسول اللہ

رہے آنکھوں میں میری مرتے دم بھی گنبدِ خضریٰ
اور اس کے ساتھ جاری ہو زباں پر یا رسول اللہ

نہیں ملتا کہیں درماں ہماری تشنہ کامی کا
نظر آئے ساقیٔ تسنیم و کوثر یا رسول اللہ

تباہی کے نظر آتے ہیں سب ساماں مرے مولیٰ
کرم فرمایئے للہ مجھ پر یا رسول اللہ

عذابِ قبر کیا ہے آپ گر تشریف لے آئیں
میں قدموں سے لپٹ جاؤں گا کہہ کر یا رسول اللہ

حضور عارفؔ ازل سے ہے گدائے درگہِ والا
بھلا وہ کیسے ہو سکتا ہے در در یا رسول اللہ

مدینہ

حبِ شہ طیبہ کا ہے جس دل میں دفینہ
وہ دل نہیں دل اصل میں وہ دل ہے مدینہ

تکتا ہے رہِ نظرِ کرم آپ کی کب سے
عصیاں کے تھپیڑوں میں گھرا دل کا سفینہ

اے بادِ صبا تجھ سے یہی عرض ہے میری
تو دوش پہ لے کر مجھے پہنچادے مدینہ

آنکھوں میں مری بس گئے طیبہ کے نظارے
اور عشقِ نبی سے مرا معمور ہے سینہ

جیتے ہیں فقط آپ کی نسبت کے سہارے
گر آپ سے نسبت نہیں کس کام کا جینا

دنیا کی ہوس اور نہ فکرِ غمِ عقبیٰ
عشقِ شہ کونین کا کافی ہے خزینہ

عارفؔ مری کٹتی ہے تصور میں نبی کے
بند ہوتی ہیں آنکھیں نظر آتا ہے مدینہ

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ کا جب بھی کسی محفل میں نام آئے
تو لازم ہے کہ ہر لب پر درود آئے سلام آئے

دعا گر ہے تو بس یہ ہے تمنا ہے تو بس یہ ہے
قیامت میں تمہارے ہاتھ سے کوثر کا جام آئے

محبت کا تقاضہ ہے عقیدت کی نشانی ہے
کہ نامِ سرورِ عالم زباں پر صبح و شام آئے

قیامت میں تھا عالم نفسی نفسی کا مگر عارفؔ
سیہ کارانِ اُمت کے لئے سرکار کام آئے

آئے

ربط و نسبت کے تقاضوں کو نبھانے آئے
ہم ترے در پہ جبیں اپنی جھکانے آئے

خواب آنکھوں کے، نگاہوں کی چمک، دل کا سکوں
کھو چکے تھے جو کبھی آج وہ پانے آئے

خوابِ غفلت میں کٹی عمرِ گذشتہ ساری
اب مگر ہوش میں آنے کے زمانے آئے

ہم نے شہرت جو سنی تیری مسیحائی کی
یاد سب زخم نئے اور پُرانے آئے

نہیں کہنا تھا کسی سے نہ کہا تھا ہم نے
وہ جو سنتا ہے اُسے اپنی سنانے آئے

جس سے تابندہ شب و روز ترے شہر کے ہیں
ہم اُسی نور کی بارش میں نہانے آئے

یک بیک روح کو فردوس کا احساس ہوا
سامنے جب کبھی منظر وہ سہانے آئے

تجھ سے دوری تو گوارا بھی نہیں تھی ہم کو
کبھی اُلفت کبھی طاعت کے بہانے آئے

جس کو عارفؔ ہے شرف اُن کی قدمبوسی کا
خاک اُس راہ کی آنکھوں میں لگانے آئے

نسبتِ سرورِ کائنات ﷺ

سرورِ نسبتِ مختار سے مسرور ہوجائے
تو پھر مجھ سا کوئی مجبور بھی مغرور ہوجائے

ضیائے عشقِ سرور سے جو دل معمور ہوجائے
تو عصیاں کی سیاہی اُس کی ساری دور ہوجائے

مجسم نور ہیں سرکار اُن کا پوچھنا کیا ہے
نظر وہ جس پہ ڈالیں وہ سراپا نور ہوجائے

اگر نسبت ہو اُن سے ظلمتِ شب روزِ روشن ہے
نہ ہو اُن کا کرم تو دن شبِ دیجور ہوجائے

جدھر جاؤں اُدھر غل ہو یہ دیوانہ ہے آقا کا
مری دیوانگی کچھ اس طرح مشہور ہوجائے

حیاتِ باطنی قائم ہے اس در کی زیارت سے
تو کیسی زندگی گر یہ نظر سے دور ہوجائے

اسی امید پر میں بار بار آتا ہوں طیبہ کو
یہی مدفن ہو میرا گر اُنھیں منظور ہوجائے

ذرا چل کر تو دیکھو اُسوۂ سرکار پر عارفؔ
ابھی ہر درد ہر رنج و محن کافور ہوجائے

رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کی شان ہے کیا شان رسولِ عربی
جس کا خود حق ہے ثنا خوان رسولِ عربی

میرا ایمان مری جان رسولِ عربی
جان و دل آپ پہ قربان رسولِ عربی

آپ کا نام لیا جس نے خلوصِ دل سے
اُس کی مشکل ہوئی آسان رسولِ عربی

عرش پر فرشِ زمیں سے گئے معراج کی شب
بن کے اللہ کے مہمان رسولِ عربی

آپ کی چشمِ عنایت کا ہے طالب عارفؔ
آپ کا بستہء دامان رسولِ عربی

انداز کرم بھی ہے جدا شانِ عطا بھی
اس در کا گدا شاہ بھی ہے اور گدا بھی

آتی ہے ہر اک گام پہ خوشبوئے محمد
جنت کی ہوا ہے یہ مدینے کی ہوا بھی

ہے فخر کہ سر آپ کے دربار میں خم ہے
جنّت بھی ہے یہ مرکزِ اربابِ وفا بھی

دیدار جو ہو جائے تو معراج ہے اپنی
کچھ کم نہیں مل جائے جو نقشِ کفِ پا بھی

میثاقِ شفاعت دیا سرکار نے ہم کو
جاتے ہیں زیارت کو تو پاتے ہیں جزا بھی

ممنونِ کرم ہوں مجھے قدموں میں رکھا ہے
مدفن کے لئے چاہئے تھوڑی سی جگہ بھی

ہے صاف طفیل ان کے مکافاتِ عمل سب
ورنہ کوئی پڑھ پایا ہے قسمت کا لکھا بھی

سمجھے جو فنا ہونے لگے عشق میں ان کے
دراصل بقا ہے جسے کہتے ہیں فنا بھی

بیمارِ غمِ عشق کو کیا کام دوا سے
یہ درد ہے جو درد بھی ہے اور دوا بھی

نام ان کا جو لیتا ہوں تو ٹلتی ہیں بلائیں
یہ میرا وظیفہ بھی ہے اور ردِّ بلا بھی

کیا نذر کریں خدمتِ سرکار میں عارفؔ
صدقہ تو اُنہی کا ہے جسے اپنا کہا بھی

عینِ ایماں

جداگانہ ہے وقعت اب ان اوراقِ پریشاں کی
نبی کی نعت زینت بن گئی ہے میرے دیواں کی

عجب کیا اُن کی نسبت شرطِ اوّل ہو جو ایقاں کی
وہی ہیں عینِ ایماں بات گر کی جائے ایماں کی

علاجِ اضطرابِ آدمیّت اُن کے در پر ہے
غرض کچھ چارہ گر سے ہے نہ حاجت کوئی درماں کی

یہی پروانۂ بخشش ہے دارو گیرِ محشر میں
بندھی ہے اُن کے دامن سے جو نسبت میرے داماں کی

غلامی اُن کی گر مہمیز بن جائے تو بن جائے
منازل ورنہ طئے کس طرح ہوں گی راہِ عرفاں کی

کرم سرکار ہوجائے تو بیڑہ پار ہوجائے
کہ جو ہے آپ کی مرضی وہی مرضی ہے یزداں کی

تصور میں وہی ہیں رات دن شام و سحر عارفؔ
اُنہی سے ہے جو رونق ہے ہماری بزمِ امکاں کی

گدائی

آپ کے در کی بس گدائی کی
زندگی میں یہی کمائی کی

بس اسی در سے ہم بلند ہوئے
بس یہیں ہم نے جبہ سائی کی

اک یہیں سے امید درماں تھی
اک یہیں قسمت آزمائی کی

زندگی زندگی ہے اس در سے
موت ہے سوچ بھی جدائی کی

ہم برے ہیں مگر تمہارے ہیں
اک یہی بات ہے بھلائی کی

مجھ پہ قسمت بھی رشک کرتی ہے
بات کیا ہے مری رسائی کی

اسی نسبت نے حوصلے بخشے
اسی نسبت نے رہنمائی کی

وہ وفادار پھر کسی کا نہیں
آپ سے جس نے بے وفائی کی

ان کی نظر کرم ہے بس عارف
اور کیا آس ہے رہائی کی

کہاں جاتے

شکستہ حال اپنے دل کو سمجھانے کہاں جاتے
نہ ملتا آستاں ان کا تو دیوانے کہاں جاتے

گدا ہیں ان کے در کے بس یہی پہچان ہے اپنی
نہ ہوتے ان سے وابستہ تو پہچانے کہاں جاتے

اُنہی سے عقدۂ پیچیدہ سارے حل ہوئے ورنہ
جہاں میں فلسفے جتنے بھی ہوں مانے کہاں جاتے

جھکایا سر یہاں تو سربلندی ہوگئی حاصل
یہی اک در ہے ورنہ خود پہ اِترانے کہاں جاتے

یہاں پر میکشی ہم کو بھٹکنے ہی نہیں دیتی
اگر بے ہوش ہوتے ہوش میں آنے کہاں جاتے

حیاتِ نو یہاں ملتی ہے اپنی جاں سے جانے میں
تو پھر اس شمع سے جاتے تو پروانے کہاں جاتے

خدا کا شکر ہے قسمت مجھے اس در پہ لے آئی
اُٹھائے بوجھ عصیاں کا مرے شانے کہاں جاتے

اُنہی سے بزمِ ہستی کی نمود و نام و آرائش
نہ ہوتے وہ اگر ہم میں تو ہم جانے کہاں جاتے

ہمیں نسبت ہماری ٹوٹنے دیتی نہیں عارفؔ
بکھر جاتے تو اپنے آپ کو پانے کہاں جاتے

رہنے نہیں دیتے

گدازِ عشق کو ہم اجنبی رہنے نہیں دیتے
کہ سازِ دل بجز ذکرِ نبی رہنے نہیں دیتے

شعورِ زیست ملتا ہے فقط اُن کے تصدق سے
وہ اُمت کو بحالِ خُفتگی رہنے نہیں دیتے

جدھر اُٹھتی ہیں نظریں سیر ہوجاتے ہیں دیوانے
وہ دیوانوں کی اپنے تشنگی رہنے نہیں دیتے

زباں کھلنے سے پہلے وہ عطا کرتے ہیں سائل کو
غلاموں کا کبھی دامن تہی رہنے نہیں دیتے

یہ اعجازِ نگارِ شاہکارِ دستِ قدرت ہے
کہ بے مدحِ نبی دشمن کو بھی رہنے نہیں دیتے

تصور میں وہ آتے ہیں تو کچھ اس طرح آتے ہیں
خیالِ غیر کو دل میں کبھی رہنے نہیں دیتے

فروغِ شوقِ دیدارِ نبی کا اب یہ عالم ہے
کہ خواب آنکھوں کے محوِ خواب بھی رہنے نہیں دیتے

نکلتی آہ ہے دل سے تو طیبہ کو پہنچتی ہے
مرے نالے ہی میری بے کلی رہنے نہیں دیتے

اُٹھاؤں کیا میں اب دستِ طلب مانگوں تو کیا مانگوں
مرے آقا مجھے کوئی کمی رہنے نہیں دیتے

کرم کیجے کہ دامِ کبر و لالچ میں گھر جائیں
یہ جذبے آدمی کو آدمی رہنے نہیں دیتے

عطا مجھ کو کچھ ایسی بے خودی کرتے ہیں وہ عارفؔ
سوائے اپنے کوئی آگہی رہنے نہیں دیتے

مدینے سے

''پیام لائی ہے بادِ صبا مدینے سے''
اٹھا جو نورِ ہدایت اٹھا مدینے سے

رضائے حق ہے رضائے رسول میں پنہاں
بلا رہے ہیں رسولِ خدا مدینے سے

نبی کے ساتھ جو رہتے تھے ساتھ ہیں اب تک
جہاں میں پھیلی چلی جو ضیا مدینے سے

بھٹک رہے تھے تلاشِ سکون میں ہر جا
چلو کہ لائیں خدا کی رضا مدینے سے

مدینہ جا کے غمِ زندگی ہی بھول گئے
زمانہ پاتا ہے درسِ وفا مدینے سے

مدینہ جاؤں پھر آؤں دوبارہ پھر جاؤں
سکونِ قلب ملا تو ملا مدینے سے

غلام اپنے ہی آقا کے پاس جاتا ہے
ہر ایک درد نے پائی دوا مدینے سے

مدینہ چھوڑ کے جاؤں تو میں کہاں جاؤں
بتاؤں کیا مجھے ملتا ہے کیا مدینے سے

قریبِ روضۂ سرکار دفن ہو جاؤں
رہوں جو دور تو کیوں کر بھلا مدینے سے

کہ جی نہ پاؤں گا ہو کر جدا مدینے سے
کرے نہ موت بھی مجھ کو جدا مدینے سے

کروں بھی شکر جو عارفؔ تو کس زباں سے کروں
قریب مجھ کو خدا نے کیا مدینے سے

جذباتِ عقیدت

نہیں ہے کام اب مجھ کو کسی سے
میں وابستہ ہوں دامانِ نبی سے

وہ میرے ہیں میں دیوانہ ہوں اُن کا
یہ کہتا پھر رہا ہوں میں سبھی سے

مری نسبت ہی سرمایہ ہے میرا
یہی پایا ہے میں نے زندگی سے

مئی عشقِ نبی سے مست یوں ہوں
نہ نکلوں عمر بھر اس بے خودی سے

وہی کردینگے کشتی پار میری
بندھی اُمید ہے میری اُنہی سے

نویدِ موت طیبہ میں جو آئے
تو مرجاؤں مسرّت سے خوشی سے

جو اُن کے ہوگئے عارفؔ وہ گویا
فرشتے ہوگئے ہیں آدمی سے

بہ بارگاہِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

درِ سرکار پر کچھ اس طرح دیوانے جائیں گے
خرد سے بے تعلق ہوش سے بیگانے جائیں گے

جہاں ہر درد ہر غم کی دوا تقسیم ہوتی ہے
دلِ صد چاک کو اپنے وہاں بہلانے جائیں گے

غلامی ان کے در کی باعثِ صد فخر ہے ہم کو
یہی ہے اصل اپنی ہم اسی سے جانے جائیں گے

مئی حبِّ نبی کی اور بڑھ جائے گی سرشاری
جہاں کثرت ہے اس مئی کی اسی میخانے جائیں گے

کمالِ بے خودی میں بھی ادب ملحوظ رکھنا ہے
وگرنہ زندگی کے سب عمل مٹوانے جائیں گے

سکونِ قلب آتا ہے میسّر ان کی چوکھٹ پر
مقدر میں لکھی سب الجھنیں سلجھانے جائیں گے

اسی در سے ہمیں مل جائے گا بخشش کا پروانہ
رضائے رب رضائے مصطفٰی سے پانے جائیں گے

نبی کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہیں دنیا میں
اسی نسبت سے محشر میں بھی ہم پہچانے جائیں گے

کھنچے جائیں نہ کیوں سوئے مدینہ بار بار عارفؔ
جہاں پر شمع ہوگی اس جگہ پروانے جائیں گے

چلے

بحرِ غم میں پھر مسرت کے سفینے سے چلے
پھر ہوائے لطف کے جھونکے مدینے سے چلے

کارواں نذرانۂ اُلفت کے سینے سے چلے
ہم سوئے طیبہ چلے کتنے قرینے سے چلے

ساقیٔ صہبائے کوثر ایک جام اس سمت بھی
بے خودی کی لہر دل میں جس کے پینے سے چلے

جوشِ رحمت اُس طرف عصیاں کی کثرت اِس طرف
جب کبھی سونچا ندامت سے پسینے سے چلے

ہیچ جیسے ہوگئیں دنیا کی ساری نعمتیں
واقعہ اتنا تھا ہم ہو کر مدینے سے چلے

دیکھئے پہچان لیجے کس سے وابستہ ہیں ہم
اپنی نسبت کا پتہ خود اپنے جینے سے چلے

تجھ کو عارفؔ خوف کیا ہو عرصۂ محشر کا گر
ساتھ تیرے شافعِ محشر مدینے سے چلے

حاضری

درِ سرکار پر ہم حاضری کو گھر سے جب نکلے	تمنا آرزو ارمان خواہش سب کے سب نکلے
یقیں محکم لئے سینے میں آقا کی شفاعت کا	دلِ صد چاک و چشمِ اشکبار و جاں بلب نکلے
نگاہیں جب اٹھیں اپنی بسوئے گنبدِ خضریٰ	درودِ پاک کے نذرانے دل سے سوئے لب نکلے
عجب کچھ کیفیت تھی دل کی پیشِ جالئ اقدس	یہ حسرت تھی دمِ آخر نکلنا ہو تو اب نکلے
زباں یوں چپ ہوئی کچھ عرضِ حاجت بھی نہ کر پائی	میں حیراں تھا مرے نالے بھی کتنے با ادب نکلے
مگر اس در پہ حاجت بھی نہ تھی کچھ عرضِ حاجت کی	طلب کیا کیجئے جب سارے مطلب بے طلب نکلے
جو پہنچا روضۂ جنت میں دل میں یہ خیال آیا	جو جنت میں گئے اک بار باہر پھر وہ کب نکلے
جھکایا جب رسول اللہ کی چوکھٹ پہ سر میں نے	نہ جانے کیوں مری آنکھوں سے آنسو بے سبب نکلے
ہزاروں جاں نثاروں نے بقیع میں گر جگہ پائی	وہیں پر ایک مرقد اپنی بھی پھر کیا عجب نکلے
مدینہ کھینچ لاتی ہے ہمیں نسبت غلامی کی	خدا کی شان ہم کمتر بھی کیا والا حسب نکلے

پریشاں حال تھا میں کثرتِ عصیاں سے عارفؔ
مدینہ میں بہر سو رحمتِ حق کے سبب نکلے

کرتے رہیں گے

ہم وصفِ شہنشاہِ امم کرتے رہیں گے
یوں "پرورشِ لوح و قلم کرتے رہیں گے"

ہر چند کہ ممکن نہیں وصفِ شہ طیبہ
نعت ان کی جہاں والے رقم کرتے رہیں گے

درکار ہے اک چشمِ کرم آپ کی ورنہ
"یہ اہلِ ستم مشقِ ستم کرتے رہیں گے"

وہ چاہیں سنیں یا نہ سنیں ان کی ہے مرضی
"اک عرضِ تمنا ہے سو ہم کرتے رہیں گے"

ہم رنگِ عقیدت سے ہو یا خونِ وفا سے
"تزئینِ در و بامِ حرم کرتے رہیں گے"

عصیاں میں ہیں ہم غرق مگر پھر بھی ہے امید
عادت کے مطابق وہ کرم کرتے رہیں گے

عارفؔ نہیں کچھ فکر کہ کیا کہتی ہے دنیا
جو بھی ہمیں کرنا ہے وہ ہم کرتے رہیں گے

کس نے

درسِ مہر و وفا دیا کس نے
سب کو اپنا بنا لیا کس نے

کون آیا تھا روشنی لے کر
ظلمتوں کو مٹا دیا کس نے

زندگی ہوئی کس سے
ہم کو جینا سکھادیا کس نے

بے کسوں بے بسوں یتیموں سے
"کی محبت کی انتہا کس نے"

جو تھے گم کردہ راہ کل ان کو
کردیا آج رہنما کس نے

سارے یکساں ہیں سب برابر ہیں
یہ کہا آپ کے سوا کس نے

آگیا انقلابِ فکر و نظر
دی ھو اللہ کی صدا کس نے

جو تھے باطل کے پیشوا اُن کو
کردیا حق سے آشنا کس نے

کیا علاجِ غمِ زمانہ ہوا
کی ہر اک درد کی دوا کس نے

کون ہے جو سراپا رحمت ہے
اپنے دشمن کو دی دعا کس نے

نعت ان کی کہاں کہاں عارفؔ
بخش دی عشق کو جلا کس نے

آگیا ہے

نبی کا جو محفل میں نام آگیا ہے
ہر اک کی زباں پر سلام آگیا ہے

مدینہ کی جانب کھنچا جا رہا ہوں
شفیع الوریٰ کا پیام آگیا ہے

لقب جن کا ہے خاص ساقیءِ کوثر
مرے ہاتھ میں اُن کا جام آگیا ہے

محبت میں بے ساختہ ذکر اُن کا
زباں پر مری صبح و شام آگیا ہے

پہنچ کر مدینہ میں عارفؔ کہوں گا
کہ سرکار اب یہ غلام آگیا ہے

کرم

کرم حضور کا یوں ہم پہ بے حساب رہے
خیالِ غیر کی آمد کا سدِ باب رہے

درِ حبیب ہے قسمت گری کا کاشانہ
خوشا وہ شخص وہاں پر جو باریاب رہے

نگاہِ لطف کے محتاج پر بھی ایک نظر
کہ ضبطِ غم کی کہاں تک کسی میں تاب رہے

ہزار بار ہوا سامنا مصائب سے
کرم تمہارا کہ ہم پھر بھی کامیاب رہے

ہو ان سے ربط جو محکم تو عینِ نسبت ہے
وہ ربط کیا کہ جو مانندِ یک حباب رہے

زبان کیسے کرے اس کی مدح پردازی
جو آپ اپنے کمالات کا جواب رہے

اس ایک عارفِ خستہ کی حیثیت کیا ہے
درِ حضور سے اصحاب فیض یاب رہے

نسبت کا اثر

نظر میں دل میں کوئی جلوہ گر ہے
مرا دل دل، نظر میری نظر ہے

کہوں کیا کیا مرے پیشِ نظر ہے
کہ کیوں میری نظر صرف آپ پر ہے

تصور میں یہ منظر سر بسر ہے
جبیں ہے میری ان کا سنگِ در ہے

علاجِ غم کی کچھ پروا نہیں ہے
کہ جس کا غم ہے وہ خود چارہ گر ہے

ہے ان کے در سے قائم جب سے نسبت
گذر اس دن سے بے خوف و خطر ہے

وسیلہ ان کا ہے عارفؔ ضروری
بغیر اس کے دعا بھی بے اثر ہے

نعتِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

زباں پر ہے، دلوں میں ہے، مکاں سے لامکاں تک ہے
کرم کا اُن کے جاری سلسلہ بابِ جناں تک ہے

حرم سے مسجدِ اقصیٰ وہاں سے تا بہ او ادنیٰ
اُنہی کے نام کا چرچا زمیں سے آسماں تک ہے

مقامِ مصطفیٰ سدرہ پہ ظاہر ہوگیا جس دم
کہا جبریل نے میری رسائی بس یہاں تک ہے

رضا آقا کی مل جائے تو راضی رب بھی ہوجائے
غلاموں کا یہ سرمایہ یہاں سے ہے وہاں تک ہے

علاجِ اضطرابِ آدمیت کیوں نہ ہو اِس جا
غلاموں کی پہنچ آقا تمہارے آستاں تک ہے

وہی جلوہ نما ہوں جس طرف دیکھوں جہاں دیکھوں
مری حدِ تخیل جس قدر بھی ہے جہاں تک ہے

مری نعتوں میں بستی ہے نسیمِ گلشنِ طیبہ
خوشا قسمت کہ یہ خوشبو مرے اِس گلستاں تک ہے

ظہورِ شانِ محبوبی کہاں سے ہے کہاں تک ہے
نظر سرکار کی اسرارِ رازِ کُن فکاں تک ہے

بیاں کرنے لگا ہوں مدحتِ سرکار میں عارفؔ
عجب اک کیف طاری قلب سے نوکِ زباں تک ہے

عشق سرور صلی اللہ علیہ وسلم

دل میں یادِ مصطفیٰ ہے لب پہ ان کا نام ہے
اور تصور روئے اقدس کا بھی صبح و شام ہے

زندگی اور موت دونوں عشقِ احمد میں ہوئے
واہ کیا اچھا مرا آغاز اور انجام ہے

دوسرے کاموں سے اس کو واسطہ ہرگز نہیں
میرے دل کو صرف عشقِ مصطفیٰ سے کام ہے

اپنی جان و مال سے رکھے نہ جو ان کو عزیز
وہ کبھی ایمان میں پختہ نہیں ہے خام ہے

ہو اطاعت ان کی صدقِ دل سے تو ہے بندگی
ہے وہی بندہ جو ان کا بندۂ بے دام ہے

ہے کہاں پہلا سا جذبہ دین اور ایمان کا
سچ اگر پوچھو برائے نام اب اسلام ہے

حال پر جس کے شہِ طیبہ کی ہو چشمِ کرم
کیا اسے معلوم ہو کیا گردشِ ایام ہے

بات تو جب ہے کہ عارفؔ دیکھتے ہی کہہ اٹھیں
دل نہیں ہے عشقِ احمد کا چھلکتا جام ہے

نظر آتا ہے

جلوہء طور سراپا نظر آتا ہے مجھے
جب کبھی گنبدِ خضرا نظر آتا ہے مجھے

یوں تصور ہے بندھا کوئے نبی کا دل کو
آنکھ بند کرتے ہی طیبہ نظر آتا ہے مجھے

اُن کے آنے سے ہوئی بزمِ جہاں نورانی
اب بہر سمت اُجالا نظر آتا ہے مجھے

انقلاب ہو کہ تغیّر ہو کہ گردش کوئی
اُن کی نظروں کا تماشا نظر آتا ہے مجھے

غیر معمولی ہیں اندازِ کرم بھی اُن کے
تھا جو سائل وہی داتا نظر آتا ہے مجھے

لبِ اعجاز کی اللہ رے مسیحا نفسی
اُن کا بیمار مسیحا نظر آتا ہے مجھے

زندگی اُن کی محبت میں بسر ہو جائے
یہی جینے کا سلیقہ نظر آتا ہے مجھے

بادہءعشق سے کچھ اسطرح لبریز ہے دل
یہی ساغر یہی مینا نظر آتا ہے مجھے

تازہ جلوے ہیں بہر وقت نظر کے آگے
کیا بتاؤں تمہیں کیا کیا نظر آتا ہے مجھے

آپ پر سارے فدا ہیں تو تعجب کیا ہے
خود خدا آپ کا شیدا نظر آتا ہے مجھے

ساری دنیا کے عوض اُنکی گدائی لے لوں
سب سے اچھا یہی سودا نظر آتا ہے مجھے

زہد و تقویٰ تو نہیں عشقِ پیمبر عارفؔ
میری بخشش کا سہارا نظر آتا ہے مجھے

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عشقِ رسولِ پاک مری کائنات ہے
اس سے حیات ہے یہی راہِ نجات ہے

تم شک میں ہو حیاتِ نبی کے میں یہ کہوں
جو اُن کا ہوگیا ہے اسے بھی ثبات ہے

اُن کا اشارہ ہو تو پلٹ آئے شمس بھی
وہ دن کہیں تو دن وہ کہیں رات رات ہے

نورِ نبی سے سارا جہاں مستنیر ہے
یا یوں کہیں کہ وجہِ جہاں اُن کی ذات ہے

تم سے بشر نہیں ہیں وہ نادان مت بنو
خیرِ بشر کی ذات تو قدسی صفات ہے

اُن کا غلام ہوں مجھے کس بات کا ہے غم
ہر دن ہے میری عید مری شب برات ہے

میں مر کے اجی اُٹھوں گا ولائے رسول میں
اصلِ حیات ہے جو بظاہر ممات ہے

مجھ سے گناہ گار کا سامانِ مغفرت
اُن کی نگاہِ لطف کی ادنیٰ سی بات ہے

عارفؔ نبی کو یاد کرو مشکلات میں
اُن کا خیال ماحیٔ کُل مشکلات ہے

شانِ حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم

کتنی عظیم مرتبت کیسی بڑی یہ شان ہے
خاکِ درِ رسول کا ہر ذرہ آسمان ہے

آمدِ مصطفیٰ ہوئی نورِ یقین آ گیا
ریب و گمان یوں مٹے ریب ہے نہ گمان ہے

آپ سے رونقِ حیات آپ کے دم سے کائنات
آپ ہیں جاں جہان کی جان ہے تو جہان ہے

نقشِ قدم جہاں ملے سر کو وہیں جھکا دیا
اپنی یہی ہے آبرو آن ہے بان ہے شان ہے

قسمت مری کہ مل گیا دامنِ مصطفیٰ مجھے
میرے لئے یہ حشر کی دھوپ میں سائبان ہے

کٹتے نہیں ہیں روز و شب لوٹ کے در سے آپ کے
پھر آرزوئے حاضری دل میں مرے جوان ہے

وحشتِ دل شبِ سیاہ ہمدم نہ کوئی ہمنوا
ایک نظر ہو یا نبی سخت یہ امتحان ہے

انکا میں ہو چکا تو پھر خوف کی کوئی بات کیا
میرے وہ ہو گئے تو پھر میرے لئے امان ہے

انکا کرم جو ہو مری ناؤ تو پار ہو چکی
طوفاں کا کوئی غم نہیں موج ہی پاسبان ہے

وابستہ در سے آپ کے عارفؔ کمتریں بھی ہے
جنت سے بھی سوا اسے آپ کا آستان ہے

گہرائی

الفت نبی کی قلب کی گہرائیوں میں ہے
تقدیر اپنی عرش کی اونچائیوں میں ہے

وابستہ ان سے جو ہے پذیرائیوں میں ہے
جو ان سے دور ہوگیا رسوائیوں میں ہے

نسبت جِلا جو پائے تو ہو ربط بھی قوی
یہ لطف ان کی یاد کا تنہائیوں میں ہے

عارفؔ کی لاج آپ کے ذمہ ہے حشر میں
یہ بھی حضور آپ کے شیدائیوں میں ہے

مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

سکونِ دل و جاں مدینہ میں ہے
مرا دین و ایماں مدینہ میں ہے

سخاوت کا، رحمت کا ، احسان کا
سمندر فراواں مدینہ میں ہے

یہاں سب کی آواز نیچی رہے
یہ تعلیمِ یزداں مدینہ میں ہے

نہ کیوں لطفِ قرآن خوانی رہے
کہ خود عینِ قرآں مدینہ میں ہے

زیارت جو کی تو شفاعت ملی
عجب عہد و پیماں مدینہ میں ہے

جو رحمت ہے سارے جہاں کے لئے
اک ایسا بھی انساں مدینہ میں ہے

سدا ہم مدینہ کے ہی ہو رہیں
یہ عارفؔ کا ارماں مدینہ میں ہے

۔۔۔نہیں ہے

مجھے کچھ فکرِ خیر و شر نہیں ہے
سلامت کیا مرا رہبر نہیں ہے

نہیں ہے میری نظروں میں وہ کامل
تری چوکھٹ پہ جس کا سر نہیں ہے

میں در در پر صدا کس واسطے دوں
سلامت کیا تمہارا در نہیں ہے

مجھے جب سے ہے ان کے در سے نسبت
نظر میری کسی در پر نہیں ہے

نہیں ہے جس کو ان کے در سے نسبت
وہ کوئی اور ہے رہبر نہیں ہے

نہیں کوئی جو محرومِ کرم ہو
نگاہِ لطف کیوں ہم پر نہیں ہے

مرا سر ہے ترا نقشِ کفِ پا
اب اس سے اور کچھ بہتر نہیں ہے

نہ جاں ہے جاں نہ دل دل ہے نہ سر سر
تمہاری نظرِ رحمت گر نہیں ہے

ترے دامن سے وابستہ ہے عارف
خدا کا شکر ہے در در نہیں ہے

آرزوئے دلی

سرِ عجز ہو مرا ان کا در مری آرزوئے دلی یہ ہے
مری جان نکلے فتادہ سر مری آرزوئے دلی یہ ہے

مرے حال پر ہو کرم کہ اب نہیں تاب ضبطِ فراق کی
رہوں حاضرِ درِ پاک تر مری آرزوئے دلی یہ ہے

میں ہوں منتظر اسی روز کا کہ ہو آستاں مرے سامنے
دل و جاں نثار ہوں آپ پر مری آرزوئے دلی یہ ہے

کٹے جس طرح مری زندگی درِ ذی وقار پہ آپ کے
مری خاک بھی نہ ہو دربدر مری آرزوئے دلی یہ ہے

ہو کرم سے وقتِ اخیر میں مجھے دید انکے جمال کی
یہ مری دعا نہ ہو بے اثر مری آرزوئے دلی یہ ہے

مری ذات عارفؔ خستہ جاں جو ہے غرق بحرِ گناہ میں
ہو کرم بھی مجھ پہ اسی قدر مری آرزوئے دلی یہ ہے

نسیمِ مدینہ

یوں مدینہ سے نسیمِ سحری آئی ہے
اپنے ہمراہ وہ خوشبوئے نبی لائی ہے

خاکِ طیبہ مری آنکھوں میں جگہ پائی ہے
میری آنکھوں کی تصدق مری بینائی ہے

ان کا جلوہ بھی عجب جلوۂ رعنائی ہے
بن گیا ہے وہ تماشا جو تماشائی ہے

دامنِ شہہ سے جو نسبت مرے ہاتھ آئی ہے
میری قسمت مری تقدیر پہ اترائی ہے

دل وہ دل ہے کہ جو آقا کا تمنائی ہے
سر وہ سر ہے کہ جو سرکار کا سودائی ہے

اُس کی آنکھوں کو نظر آیا خدا کا جلوہ
روئے حضرت کی جھلک جس کو نظر آئی ہے

ان کے شیدا کی ہے شیدائی خدائی ساری
ہے وہ خوش بخت جو سرکار کا شیدائی ہے

سورۂ والضحیٰ واللیل سے ظاہر یہ ہوا
حق نے ان کے رخ و گیسو کی قسم کھائی ہے

ان پہ قربان دو عالم ہیں تو حیرت کیا ہے
جنکے صدقہ میں یہ سب انجمن آرائی ہے

دل میں حسرت ہے کہ اس در پہ جبیں سائی کروں
ساری دنیا جہاں مصروفِ جبیں سائی ہے

شاہِ طیبہ کی ہے فرمان روائی اب تک
ملکِ قیصر ہے نہ کسریٰ ہے نہ دارائی ہے

درِ حضرت پہ پہنچ کر یہ کہوں گا عارفؔ
ایک مدت کی تمنا مری بر آئی ہے

دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بھا گیا اس طرح سرکار کا دربار مجھے
پھر دعا ہے کہ بلالیں مرے سرکار مجھے

ان سے دوری میں گذرتا ہوا ہر پل ہر دن
لذتِ شوق سے کرنے لگا سرشار مجھے

یاد کب ہوتی ہے کب اڑ کے مدینہ پہنچوں
دھن یہی رہتی ہے اب ہر دم و ہر بار مجھے

جب سے نظروں نے کئے آپ کے در پر سجدے
اپنی بخشش کے نظر آتے ہیں آثار مجھے

ان سے وابستہ ہوں داناؤں سے دانا ہوں میں
لوگ دیوانہ سمجھتے رہے بے کار مجھے

معصیت نے مری احسان کیا ہے مجھ پر
آپ کی چشمِ کرم کا کیا حقدار مجھے

ان کی نسبت کے تصدق کہ بلائیں میری
ٹل گئیں دیکھ کے سب برسرِ پیکار مجھے

ان کی الفت نے کیا ہے وہ تاثر پیدا
وجد میں لانے لگے خود مرے اشعار مجھے

ان کی یاد، ان کا خیال، ان کا تصور عارفؔ
جب میسر ہیں تو پھر کچھ نہیں درکار مجھے

غلامیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نظر نظر میں روشنی قدم قدم پہ پھول ہے
دل اُن کے ہر غلام کا مدینۂ رسول ہے

غلامیٔ رسول جو ملی تو زندگی ملی
"غلامیٔ رسول میں تو موت بھی قبول ہے"

شفائے قلب کے لئے غلامیٔ رسول بس
دلوں کی زندگی فقط محبتِ رسول ہے

اُن کا جو غلام ہے وہ وقت کا اِمام ہے
اُن کا جو گدا نہیں وہ راستے کی دھول ہے

غلامیٔ رسول ہیں تو اپنے دو جہان ہیں
غلامیٔ رسول گر نہ ہو تو سب فضول ہے

غلام اُن کے اُن کے در پہ کیوں نہ رات دن رہیں
اُن کے در پہ رحمتوں کا رات دن نزول ہے

رسول کے غلام کے غلام ہیں
عارفؔ اپنی زندگی کا بس یہی اُصول ہے

آنے کو ہے

وقت مدت سے تھا جس کا انتظار آنے کو ہے
زندگی کی بے قراری کو قرار آنے کو ہے

مستیءِ صہبائے کوثر کا خمار آنے کو ہے
پھر نگاہوں میں مدینہ کا دیار آنے کو ہے

پھر تصور میں وہاں کا لالہ زار آنے کو ہے
اے مشامِ جاں ہوائے مشکبار آنے کو ہے

جوش میں آنے کو ہے دریائے الطاف و کرم
اے خزاں دیدہ گلستاں اب بہار آنے کو ہے

بختِ خفتہ کو حیاتِ نو کی ملتی ہے نوید
شائد انکے در پہ سر ہو کر نثار آنے کو ہے

تشنگی کا اس سے بہتر اور کیا ہوگا علاج
رحمتوں کا اک مسلسل آبشار آنے کو ہے

ایک وہ ہیں آزماتے ہیں بلاتے ہی نہیں
ایک دیوانہ ہے جو دیوانہ وار آنے کو ہے

دل یہ کہتا ہے کہ ہوگی یاد طیبہ میں مری
اپنی خوش بختی کا مجھ کو اعتبار آنے کو ہے

جس نظارے کیلئے نظریں ترستی تھیں مری
ہاں وہی منظر نظر میں بار بار آنے کو ہے

اے قرارِ بے قراراں پھر کرم کی آس پر
آپ کے دربار میں یہ بے قرار آنے کو ہے

پھر شفاعت کو مری آقا کے لب ہلنے کو ہیں
پھر گناہوں پر مرے رحمت کو پیار آنے کو ہے

رنگ لائیگی مری سرکار سے وابستگی
عرصہءِ محشر میں عارفؔ باوقار آنے کو ہے

درِ خیرالوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم

نظر میں جب سے آقا کی گلی ہے
بہر سو روشنی ہی روشنی ہے

ارے او زندگی اب تو ٹھہر جا
مجھے اِس در پہ مرنے کی پڑی ہے

نبی کے نقشِ پا پیشِ نظر ہیں
رہِ فردوس کی یہ رہبری ہے

مدینہ سے ابھی واپس ہوا ہوں
ابھی پھر دل میں شوقِ حاضری ہے

مرا جینا مرا مرنا ہے اُن پر
یہی مرنا تو میری زندگی ہے

میں اب مانگوں تو کیا مانگوں خدا سے
وہ میرے ہیں تو مجھ کو کیا کمی ہے

مری قسمت مری قسمت ہے عارفؔ
گذر جو اُن کے در پر ہو رہی ہے

معراجِ نظر

مغفرت کی یہی امید بنی رہتی ہے
"ہوں گنہ گار مگر نعتِ نبی لکھی ہے"

نسبتِ احمدِ مختار سے ہوں جو کچھ ہوں
میری نسبت مرا ہر گام بھرم رکھتی ہے

ہو مدینہ میں مقدر مرا آنا جانا
میرے کونین ہیں گر اُن کی گلی میری ہے

رحمتیں خود ہی برسنے کو چلی آتی ہیں
در پہ جب رحمتِ عالم کے جبیں جھکتی ہے

تنِ پُر نور کا ممکن نہیں سایہ ہونا
بات آتی تو سمجھ میں ہے مگر گہری ہے

آپ کے در کے غلاموں کی غلامی مل جائے
اپنی اوقات جو سمجھی ہے تو یہ سمجھی ہے

آپ کے لطف و کرم کا ہے سہارا ورنہ
موت ہے جُرم تو جینے پہ بھی پابندی ہے

ہے یہی ذوقِ نظر ہے یہی معراجِ نظر
میری نظروں میں جو عارفؔ درِ سرکار ہی ہے

نعت نبی لکھی ہے

جب بڑھا دردِ جگر نعتِ نبی لکھی ہے
چشمِ تر کا ہے اثر نعتِ نبی لکھی ہے

حالِ دل جب بھی کیا عرض سکوں دل کو ملا
حاجتِ عرض ہو گر نعتِ نبی لکھی ہے

راہِ طیبہ میں قدم یوں بھی بصد شوق اُٹھے
بڑھ گیا لطفِ سفر نعتِ نبی لکھی ہے

جب مری گنبدِ خضریٰ پہ نگاہیں اُٹھیں
ہدیۂ اوجِ نظر نعتِ نبی لکھی ہے

مدحِ سرکار سے دنیا بھی ملی ہے لیکن
پانے فردوس میں گھر نعتِ نبی لکھی ہے

مغفرت کے لئے کافی ہے مری نعت مجھے
"ہوں گنہ گار مگر نعتِ نبی لکھی ہے"

کیف میں میں نے ابھی نعتِ نبی لکھی تھی
اور ابھی بارِ دگر نعتِ نبی لکھی ہے

کچھ لکھا یا نہ لکھا اس کے سوا کیا عارفؔ
ہے یہی اپنا ہُنر نعتِ نبی لکھی ہے

نعتِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

نسبت ہے شرط طالع بیدار کے لئے	ورنہ عبث ہے شوق بھی دیدار کے لئے
معراج بس دلیل بلند مرتبت کی ہے	اسرار کیا تھے واقف اسرار کے لئے
سارے جہاں کے واسطے رحمت وہی تو ہیں	تسخیر ہر جہان ہے سرکار کے لئے
ظاہر وَمَا رَمَیت سے قدرت ہے آپکی	اور مِثلُکُم ہے پوشش کردار کے لئے
تخلیق وہ جو اَحسَنِ تقوِیم ہو گئی	کنز خفی کی وسعت اظہار کے لئے
قرآن خود گواہ ہے خلق عظیم پر	اب بھی کچھ اور چاہیئے اقرار کے لئے؟
قدرت نے انکی ذات پہ حجت تمام کی	گنجایش اب نہیں رہی انکار کے لئے
وابستگی بدرجۂ وارفتگی تو ہے	بس ہے یہ نور میری شب تار کے لئے

انکا غلام کیسے ہو محروم التفات
عارفؔ وہ جب کریم ہیں اغیار کے لئے

...

سید وحید القادری عارف کی نعتیہ فکر ستھرا اسلوب بیان رکھتی ہے۔ ان کے ذخیرہ علم میں دین اور ادب اُردو اور فارسی و عربی دونوں کی رونقیں یکجا ہیں اس لئے ان کے اسلوب و اظہار میں دونوں کے انعکاسات ملتے ہیں۔ وہ جہاں عربی و فارسی کے الفاظ اور ترکیبیں استعمال کرتے ہیں وہیں اُودھ اور دہلی کی شستگی سے بھی ان کا لسانی انسلاک نظر آتا ہے۔ ثقیل اور بھاری بھر کم الفاظ کے ساتھ عام فہم اور رواں بول چال کے آسان الفاظ بھی ان سے مانوس نظر آتے ہیں۔

جناب غلام ربانی فدا صاحب

محترم جناب سید وحید القادری عارف صاحب کا کلام چاہے وہ حمد ہو نعت ہو منقبت و سلام ہو یا غزل ہو ہر آن عرفان و آگہی کا درس ہوتا ہے۔ خصوصاً جب نعت منقبت اور سلام کہنے کی جسارت فرمائیں تو ایسے جیسے نور السمٰوات والارض ایک سراجاً منیرا میں سمٹ آیا ہے اور آپ اس کا پروانہ وار طواف فرمارہے ہیں۔ ۔۔ اور مجال نہیں جو پاسِ ادب ہاتھ سے نکلنے پائے۔

جناب سید افتخار حیدر صاحب

سدابہار کی لڑیوں میں سے ایک لڑی یا ایک پھول پسند کر کے علاحدہ کرنا' ہر کسی کے لئے مشکل کام ہے۔ موصوف کی باغبانی سے تیار شدہ گل ہائے صد رنگِ چمنِ نعت کی ایک پتی پر نظر جمائیے اور لامحالہ اسے پسند کرنے کا شرف حاصل کیجئے۔۔ پھر دوسری پتی پر۔ کتنی دیر تک؟ جب تک آپ میں طاقت و ہمت ہے۔

مبروک۔ والسلام

جناب ابوالفضل سید احمد اعزاز

سرمایۂ حیات پر
منظوم تاثرات

ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی صاحب
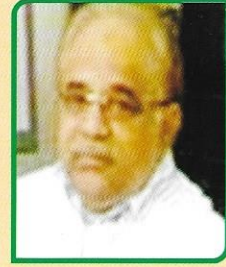
"سرمایۂ حیات" ہے تخلیق شاہکار
اس کو جہانِ علم میں حاصل ہو اعتبار

حُبِّ نبی نمایاں ہے ہر ایک شعر سے
عارف کا حسنِ فکر سب ہی پر ہے آشکار

اک قادر الکلام سخنور ہیں آج وہ
اُن کی نگارشات ادب میں ہیں باوقار

اردو ادب کو ان پہ ہمیشہ رہے گا ناز
ہے جوہرِ سخن سے عیاں دُرِّ شاہوار

حاصل اُنہیں عبور ہے علم عروض پر
اردو ادب میں ہیں وہ روایت کے پاسدار

برقیؔ شعور فکر کا ہے اُن کے قدرداں
"سرمایۂ حیات" ہو یہ فخرِ روزگار